Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... فیملی پلاننگ .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۰) .... منافقین کا طرزِ عمل .... مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... وصیت کی فضیلت واہمیت اور اس کا طریقہ (قسط ۱) ...... مفتی محمد یونس ۱۴

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ ربیعُ الآخر .... مفتی محمد رضوان ۱۸

ماہِ ربیع الثانی: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں .... مولوی سعید افضل / مولوی طارق محمود ۲۰

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ .... ابو محمد عشرت علی ۲۳

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ صالح (قسط ۳) .... مفتی محمد امجد ۲۵

صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ .... ابوعبداللہ ۲۸

آدابِ تجارت (قسط ۳) .... مفتی منظور احمد ۳۰

تواضع اختیار کرنے کے فوائد .... حافظ محمد ناصر ۳۴

کھانے پینے کے آداب (قسط ۱) .... مفتی محمد رضوان ۳۸

پریشان کُن خیالات ووساوس اور اُن کا علاج (قسط ۱۱) .... // // ۴۳

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط ۱۴) ...... ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۵

طلبہ کرام پر شفقت اور غصہ میں اعتدال (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں) .... // // ۴۷

علم کے مینار .... ''امامُ القراءۃ'' امام عاصم کوفی رحمہ اللہ .... مولوی طارق محمود ۴۹

تذکرۂ اولیاء: ... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط ۳) .... // // ۵۴

پیارے بچو! .... ایک ایماندار لڑکا .... مفتی ابو ریحان ۶۱

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنائیے (قسط ۱) .... مفتی محمد رضوان ۶۳

آپ کے دینی مسائل کا حل .... مریض کے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مفصل حکم ... دارالافتاء ۶۶

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات .... مفتی محمد رضوان ۷۵

عبرت کدہ .... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۳) .... مفتی محمد امجد ۷۷

طب وصحت ..... رفعِ حاجت .... مفتی محمد رضوان ۸۲

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مفتی محمد امجد ۸۴

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابوجویریہ ۸۶

The Trouser Should be Ankle High .... مولوی ابرار حسین ۹۲

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

فیملی پلاننگ

چند دن پہلے پاکستان کے دارالحکومت ''اسلام آباد'' کے جناح کنونشن سنٹر میں وزارتِ بہبودِ آبادی کے زیرِ اہتمام برائے ''آبادی وترقی'' ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، جو تین دن تک جاری رہ کر مؤرخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ 6 مئی 2005ء بروز جمعہ پاکستان کے موجودہ صدر جنرل پرویز مشرف صاحب کے اختتامی خطاب اور ایک اعلامیہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، اس کانفرنس کو ''عالمی علماء کانفرنس'' کا خطاب دیا گیا، کانفرنس کے بعد جاری ہونے والے ڈیکلریشن میں ''خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ'' کے مروجہ طریقوں کو جائز اور ملک کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ ''بعض لوگوں کی جانب سے یہ کہنا کہ دینِ اسلام آبادی پر کنٹرول کے خلاف ہے'' غلط بات ہے، کانفرنس میں پاکستان کے چاروں صوبوں سمیت وفاق میں مساجد کے اماموں اور خطیبوں کو خاندانی منصوبہ بندی پر کردار ادا کرنے کے لئے تربیت فراہم کرنے کا عندیہ دیا گیا، پاکستان وفاقی وزیر برائے بہبود آبادی چوہدری شہباز نے خاندانی منصوبہ بندی کی مخالفت کرنے والے خطیبوں اور عالموں کا ان کا ذاتی نقطۂ نظر اور ذاتی خیال قرار دیا۔ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق اس کانفرنس میں امام کعبہ، امامِ مسجدِ نبوی سمیت سعودی عرب اور بھارت کے دیگر جید علماء کرام کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی، مگر وہ اس میں شریک نہ ہوسکے اور خود پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کی اکثریت بھی کانفرنس میں شرکت سے لاتعلق رہی، عالمِ اسلام کی ممتاز علمی شخصیات اور پاکستان کے علمی وفکری حلقوں کے تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء ومستند مشائخ کی عدمِ شرکت اور اس کے برعکس جدت پسند روشن خیال داڑھی، ٹوپی اور شرعی وضع قطع سے عاری اور کوٹ پتلون سے مزین سکالرز حضرات اور پردے وبرقع سے خالی خواتین کی شرکت اس کانفرنس کا حقیقت پسندانہ اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے کے لئے کافی وافی ہے (روزنامہ اسلام ۲۷/۲۸ ربیع الاول، ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

''خاندانی منصوبہ بندی'' یا ''فیملی پلاننگ'' کے مروجہ طریقے موجودہ دور کا بالکل نیا مسئلہ نہیں کہ جس پر اس سے پہلے کوئی عالمی سطح کی کانفرنس منعقد نہ ہوئی ہو، اور نہ ہی کوئی ایسا یتیم اور لاوارث مسئلہ ہے کہ جس پر مستند وجید علمائے کرام نے غور وفکر نہ کیا اور شرعی دلائل کے تناظر میں اس کا جائزہ نہ لیا ہو، بلکہ دنیائے عالَم

Idara Ghufran

کے اہلِ علم واہلِ دانش حضرات کئی مرتبہ اجتماعی وانفرادی سطح پر مفصل انداز میں مروجہ خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ کے تمام طریقوں کا جائزہ لے کر اس پر متفقہ قرار دادیں بھی منظور اور ان کا شرعی حکم واضح کر چکے ہیں۔

ہم اختصار کے پیشِ نظر مروجہ خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ کے متعلق اجتماعی اور عالمی سطح پر ہونے والے اہلِ علم واہلِ بصیرت حضرات کے صرف تین فیصلے پیش کر کے قارئین کو دعوت دیں گے کہ وہ اسلام آباد میں منعقد ہونے والی عالمی علماء کانفرنس کا جائزہ لے کر فیصلہ کریں کہ مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کیا جید علمائے دین کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ ہے یا متفق علیہ اور کیا یہ علماء کا ذاتی خیال ہے یا اسلام کا واضح حکم، اور کیا علماء اور خطباء ایک خلافِ شرع حکم کی تربیت حاصل کر کے لوگوں کو اس کی ترغیب وتربیت دیں گے یا کہ اس کی مخالفت کریں گے؟

یاد رہے! کہ مندرجہ ذیل قرار دادوں میں سعودی عرب اور بھارت میں منعقد ہونے والی کانفرنسیں بھی شامل ہیں جہاں کے علماء، اسلام آباد کی موجودہ کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکے، اور یہ تمام فیصلے ایسی اکیڈمیوں کی طرف سے طے شدہ ہیں، جو موجودہ دور کے ایسے جدید اور ماڈرن خواتین وحضرات سکالرز پر مشتمل نہیں کہ جن کو نماز روزے اور پاکی ناپاکی کے بنیادی مسائل سے بھی واقفیت نہیں، بلکہ جید علمائے دین اور دنیا کے مسلمہ اور چنیدہ اہلِ علم حضرات پر مشتمل ہیں۔

﴿۱﴾......رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ کی اسلامی فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

مندرجہ ذیل بارہ اسلامی ممالک کو نمائندگی دی گئی ہے:

(۱) اردن (۲) انڈونیشیا (۳) پاکستان (۴) تیونس (۵) الجزائر (۶) سعودی عرب (۷) عراق (۸) لبنان (۹) مصر (۱۰) موریتانیا (۱۱) نائجیریا (۱۲) ہندوستان۔

اس اکیڈمی نے خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ کے متعلق جو فیصلہ اپنے تیسرے سیمینار منعقدہ مکہ مکرمہ میں کیا وہ درج ذیل ہے:

> ’’ضبطِ تولید (برتھ کنٹرول) جسے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ’’فیملی پلاننگ‘‘ کا نام دیا جاتا ہے، کے موضوع پر اجلاس میں غور کیا گیا، مناقشہ اور غور وفکر کے بعد باتفاقِ رائے درج ذیل فیصلہ کیا گیا:
>
> اسلامی شریعت نسلِ انسانی کے اضافہ اور زیادتی کی ترغیب دیتی ہے، اور اسے بندوں پر اللہ کی عظیم

نعمت اور بڑا احسان شمار کرتی ہے، اس بابت قرآن کریم اور احادیثِ رسول میں متعدد ہدایات مروی ہیں، جو بتاتی ہیں کہ ضبطِ تولید یا منع حمل اللہ کی بنائی ہوئی فطرتِ انسانی کے خلاف ہے، اور اس شریعتِ اسلامی سے غیر ہم آہنگ ہے جسے اللہ نے بندوں کے لئے اپنا ناپسندیدہ قرار دیا ہے، برتھ کنٹرول یا منع حمل کے علمبرداران کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص عرب اقوام اور کمزور قبائل کی تعداد میں کمی کرائیں، تا کہ وہ ان کے ممالک کو اپنی کالونی اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا کر اسلامی ممالک کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں، دوسری جانب یہ عمل اللہ تعالیٰ سے ایک نوعیت کی بدگمانی اور جاہلیت والا فعل ہے، اور اسلامی معاشرہ کو جو اپنی افرادی کثرت اور باہمی ہم آہنگی کا امتیاز رکھتا ہے، اسے کمزور کرنا مقصود ہے۔

ان امور کے پیشِ نظر یہ اجلاس بالاتفاق طے کرتا ہے کہ برتھ کنٹرول مطلقاً جائز نہیں، اور فقر کے خوف سے بھی منع حمل جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی رازق اور زبردست قوت کا مالک ہے، روئے زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اسی طرح اس وقت بھی منع حمل جائز نہیں جب ایسے اسباب کی بنیاد پر کرایا جائے جو شرعاً معتبر نہ ہوں، البتہ انفرادی حالات میں اگر یقینی ضرر کا خطرہ ہو مثلاً کسی عورت کو معتاد طریقہ پر (Normal Delivery) ولادت نہیں ہو رہی ہو اور آپریشن ہی کے ذریعہ بچہ کو نکالنا ممکن ہو تو استقرارِ حمل کو روکنے یا اسے مؤخر کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے، اور اسی طرح قابلِ اعتماد مسلم ڈاکٹر کے مطابق دیگر جسمانی صحت یا شرعی اسباب کی بنیاد پر بھی حمل کو مؤخر کرنے کے اسباب اختیار کئے جاسکتے ہیں، اور اگر قابلِ اعتماد مسلم ڈاکٹر کی رائے میں استقرارِ حمل کی صورت میں ماں کی جان کو یقینی خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ہی متعین ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کی رو سے عمومی حالات میں ضبطِ تولید یا منع حمل کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا جائز نہیں ہے، لوگوں کو جبراً منع حمل پر مجبور کرنا تو سخت ترین گناہ اور بالکل ہی ناجائز ہے، جبکہ دوسری جانب عالمی سطح پر اپنی برتری اور دوسروں کی تباہی کے لئے اسلحوں کی دوڑ میں بے انتہا دولت لٹائی جا رہی ہے اور اقتصادی ترقی، تعمیر اور قوموں کی ضروریات کی تکمیل سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے'' (رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ کی اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے ص ۵۹، ۶۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

﴿۲﴾......جدہ فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

اسلامی فقہ اکیڈمی کی جنرل کونسل نے اپنے پانچویں اجلاس منعقدہ کویت مؤرخہ ۱ تا ۶ / جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ بمطابق 10 تا 15 / دسمبر 1988ء میں:

''خاندانی منصوبہ بندی'' کے موضوع پر اکیڈمی کے اراکین اور ماہرین کی طرف سے پیش کردہ مقالات پر واقفیت حاصل کرنے اور اس موضوع پر ہونے والی بحث ومباحثہ کو سننے کے بعد اور اس بنیاد پر کہ شریعتِ اسلامیہ میں شادی کا اصل مقصد اولاد کا حصول اور نسلِ انسانی کی حفاظت ہے، اور اس مقصد کو باطل کرنا جائز نہیں، اور اس مقصد کو باطل کرنا شریعت کی ان نصوص اور ہدایات کے منافی ہے جو تکثیرِ نسل اور حفاظتِ نسل کی دعوت دیتی ہیں، اس لئے کہ حفاظتِ نسل ان پانچ کلیات میں سے ایک ہے جن کی رعایت اور حفاظت کا حکم تمام شریعتوں میں آیا ہے، چنانچہ مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:

اولاً: ایسا عام قانون نافذ کرنا جائز نہیں ہے جو زوجین کی تولید کی آزادی پر پابندی عائد کردے۔

ثانیاً: مرد اور عورت کی تولید کی صلاحیت کو بالکلیہ ختم کردینا حرام ہے، جس کو بانجھ کردینا یا نس بندی کرنا کہتے ہیں، جب تک شریعت کے معیار پر اس کی ضرورت داعی نہ ہو۔

ثالثاً: البتہ حمل کے وقفوں میں فاصلے کی غرض سے برتھ کنٹرول کا کوئی طریقہ اختیار کرنا یا کچھ معین وقت کے لئے تولیدِ نسل کو موقوف کرنا جائز ہے، جبکہ کوئی معتبر شرعی ضرورت اس کی داعی ہو (مثلاً بیماری وغیرہ) اور زوجین کے آپس کے مشورے اور رضامندی سے وقت کا تعین کیا گیا ہو، بشرطیکہ کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو اور جو ذریعہ اختیار کیا گیا ہو وہ بھی جائز ہو اور ان کے اس عمل سے موجودہ (پیدا شدہ) حمل پر کوئی زیادتی لازم نہ آرہی ہو۔ واللہ اعلم'' (جدہ فقہ اکیڈمی کی قراردادیں اور سفارشات ص ۱۱۱، مطبوعہ جدہ سعودی عرب، قرارداد نمبر ۵/۱/۳۹)

﴿۳﴾......اسلامک فقہ اکیڈمی ہند کا فیصلہ

(جو یکم تا ۱۳ اپریل ۱۹۸۹ء جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں منعقد ہوا)

ہندوستان میں اس عظیم فقہی سیمینار میں ۱۲۰ ممتاز فقہاء واہل تحقیق اور جدید علوم کے ماہرین تشریف لائے، جنہوں نے تقریباً پچیس ممتاز ومشہور تحقیقی وعلمی اداروں اور دارالافتاء نیز مختلف مسالک کی نمائندگی کی اور تین دنوں تک درج ذیل موضوعات پر اجتماعی غور وفکر اور بحث وتحقیق میں شریک رہے،

سیمینار کے موضوعات: (۱) ضبطِ ولادت (۲) اعضاء کی پیوند کاری (۳) پگڑی، میں سے ضبطِ ولادت کی بابت فیصلے طے پائے گئے، بقیہ دو مسئلوں کے مختلف گوشوں پر بحث کے بعد محسوس کیا گیا کہ ان پر مزید غور وفکر کی ضرورت ہے، چنانچہ انہیں آئندہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

''ضبطِ ولادت کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کا بعد شرکاء سیمینار نے مندرجہ ذیل فیصلے متفقہ طور پر منظور کئے:

﴿۱﴾......کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسلِ انسانی کے سلسلے کو منقطع یا محدود کرنا ہو، اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

﴿۲﴾......بطورِ فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت وملازمت کی مشغولیتوں کے متأثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونیکی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار وگریز کو شرع اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کرسکتی۔

﴿۳﴾......جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصدِ تخلیق اور اس مقدس فریضے کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسلِ انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا، ان کے مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے۔

﴿۴﴾......جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت اور نشو ونما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

﴿۵﴾......دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے، عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں، سوائے ایک صورت کے، وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ''ماہر قابل اعتماد اطباء کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہو'' تو اس صورت میں عورت کا آپریشن کرا دینا تاکہ استقرارِ حمل نہ ہو سکے جائز ہے۔

﴿۶﴾......عارضی منع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

﴿۷﴾......چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر وادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے، مثلاً ❁ عورت بہت کمزور ہے، ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہوسکتی اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو ❁ ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو' (اہم فقہی فیصلے ص۶ تا۸، جدید فقہی مباحث ج ا ص ۳۹۰)

یاد رہے! کہ مندرجہ بالا فیصلوں کے تمام پہلو شخصی وانفرادی حالات کے اعتبار سے ہیں، جہاں تک مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے جو کہ ایک عالمگیر تحریک کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے ناجائز اور غیر شرعی ہونے پر کمیٹی کا اتفاق تھا اور اسی وجہ سے اکیڈمی کی طرف سے جو سوالات ارکان اور شرکاء کے سیمینار کو ارسال کئے گئے تھے، ان کے شروع میں واضح طور پر تحریر کیا گیا تھا:

''عمومی خاندانی منصوبہ بندی یا حکومتوں کے اقدامات اور پالیسیاں وغیرہ نظریات سے پوری طرح اتفاق نہ رکھنے کے باوجود ضبطِ تولید سے متعلق پیش کردہ شرعی نقطۂ نظر اور بعض نکات ایسے ہیں جن پر بحث وتمحیص کی ضرورت ہے'' (ملاحظہ ہو جدید فقہی مباحث ج ا ص ۲۵۰)

جس سے واضح ہوا کہ حکومتوں کی طرف سے رائج خاندانی منصوبہ بندی اور فیملی پلاننگ کی تحریک الگ نوعیت رکھتی ہے۔ قارئینِ کرام کو یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے جو ضبطِ ولادت، منع حمل یا عزل وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے وہ ایک تو دوا اور علاج معالجہ یا شخصی وانفرادی ضروریات وحالات کی صورت میں ہے، اور دوسرے ان کے مقاصد اور اغراض بھی شریعت کے اصولوں سے متصادم نہیں، جبکہ خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ کی مروجہ تحریک ان دونوں چیزوں کے اعتبار سے مختلف نوعیت کی حامل ہے۔ چنانچہ مروجہ فیملی پلاننگ کی تحریک کا مقصد معاشی واقتصادی مسئلہ اور روزی، روٹی کا انتظام ہے اور اس غرض سے ضبطِ ولادت جائز نہیں، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کا درپردہ انکار اور اسلام میں بڑے خاندان اور امتِ محمدیہ کی کثرت کی جو ترغیب دی گئی ہے اس سے انحراف پایا جاتا ہے۔

اور اس تحریک کی دعوت بھی سب کو عام ہے، دوا اور علاج کی مریض اور غیر مریض سب کو دعوت دینا عقل وشرع کے اصول پر کسی طرح بھی درست نہیں۔

عالمِ اسلام کے عظیم مفکر سابق جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مشہور تالیف ''ضبطِ ولادت کی عقلی وشرعی حیثیت'' میں مروجہ ضبطِ ولادت کے عقل اور شریعت کے خلاف ہونے پر دلائل تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''مذکورہ حقائق سے پوری طرح واضح ہو چکا ہے کہ ضبطِ ولادت نہ تو شرع اسلام کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہوا، اور نہ عقل ہی اسے رواج دینے پر راضی ہے، ان منہ بولتے دلائل کے بعد ایک سلیمُ الفکر انسان کا ذہن سو فیصد اس نتیجے پر پہنچنا چاہئے کہ ضبطِ ولادت پر عمل کرنا کسی طرح صحیح نہیں، لیکن افسوس کہ ہم اپنی اس قوم سے مخاطب ہیں جو دو سو سال کے اس المناک پھیر میں آ کر اپنی سیاسی عظمتوں کے ساتھ ساتھ اپنی فکری صلاحیتیں بھی یورپ کی قربان گاہ پر لٹا چکی ہے، ہماری مرعوبیت اور احساسِ کمتری اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ہمارے دل کسی ایسی بات کو جگہ دینے پر آمادہ نہیں ہوتے جو براہِ راست یورپ سے درآمد نہ کی گئی ہو، خواہ اس کی صداقت پر قرآن وسنت کے کتنے ہی قطعی دلائل رکھ دیئے جائیں یا خالص عقلی اور ناقابلِ افکار براہین کے ڈھیر لگا دیئے جائیں، ہماری نگاہیں اور ہمارے دل ان کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے بلکہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے تاب رہتے ہیں کہ اس بارے میں مالتھنس نے کیا کہا؟ نیوٹن نے کیا سوچا؟ برنارڈ شا کا نظریہ کیا ہے؟ اور آخر کار اسی نظریئے کو حرفِ آخر قرار دیتے ہیں جو کسی مغربی مفکر کی دماغی اپج سے وجود میں آیا ہو، قرآن وسنت کیا کہتے ہیں؟ عقل کیا پسند کرتی ہے؟ ایسے سوالات ہیں جو ذہنی تقلید کے اس دور میں فرسودہ ہو چکے ہیں'' (ص۵۲،۵۳) ۱۱/ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۶، مکتوباتِ مسیح الامت)

☒ **عرض:** بندہ ہر حال میں ناکارہ ونااہل ہی ہے۔

ارشاد: بالذات تو انسان ایسا ہی ہے فضل الٰہی بفیضانِ الٰہی باکارہ بااہل ہوتا ہے۔

☒ **عرض:** آپ سے اپنے حق میں خصوصی دعاؤں کا طالب ہوں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ خیر تمنائیں بخیر پوری فرمائیں۔

☒ **عرض:** فقط والسلام آپ کا خادم احقر العباد محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: خادم تو بندہ ہے کہ توفیقِ الٰہی سے خدمت خلق کی توفیق دی ہے، الحمدللہ تعالیٰ علیٰ احسانہٖ

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۰)

مفتی محمد رضوان

منافقین کا طرزِ عمل

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ“ ﴿۱۰﴾

”اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ﴿۸﴾ دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے، اور درحقیقت وہ اپنے علاوہ کسی اور کے ساتھ دغابازی نہیں کررہے، اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ﴿۹﴾ ان کے دلوں میں بیماری ہے، سو اللہ نے ان کا مرض اور بھی بڑھادیا، اور ان کے لئے دردناک سزا ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے“ ﴿۱۰﴾

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸ سے لے کر آیت نمبر ۲۰ تک یعنی کُل تیرہ آیتوں میں ایسے کافروں کا ذکر ہے جن کو منافقین کہا جاتا ہے، کافروں میں منافقین کا فرقہ وہ ہے کہ جس نے کفر کے ساتھ جھوٹ کو جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے برے اخلاق اور بری حرکات کو ان آیات میں بیان فرمایا ہے، منافقین جو کہ اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتے تھے مگر حقیقت میں وہ مؤمن نہ تھے بلکہ کافر تھے، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئے ہیں، مگر واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دل سے ایمان نہیں، لائے لہٰذا ان کے ایمان کا دعویٰ کرنا جھوٹا ہے۔

نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ﴿۱﴾...... اعتقادی نفاق ﴿۲﴾...... عملی نفاق:

اگر زبان سے اسلام و ایمان کا اقرار ہو اور دل میں انکار ہو تو یہ اعتقادی نفاق کہلاتا ہے، جو کفر ہی کی بدترین قسم ہے، اور اگر زبان کے ساتھ دل سے بھی اقرار ہو مگر اعمال اسلام کے پورے مطابق نہ ہوں تو یہ عملی

Idara Ghufran

نفاق کہلاتا ہے، اعتقادی نفاق تو ظاہر ہے کہ کفر ہے، مگر عملی نفاق کبیرہ گناہ کے درجہ کی چیز ہے، کفر کے درجہ کی نہیں، اسی وجہ سے اس کو عملی نفاق کہا جاتا ہے۔

منافقِ اعتقادی کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوسکتا ہے، ایک تو اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ سے آگاہ فرمادیں کہ فلاں شخص منافق ہے اور اس کے دل میں ایمان نہیں، دوسرے اس طرح سے کہ اس شخص کے اپنے ہی کسی قول وفعل سے اسلامی عقیدہ کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے، حضور ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہونے کی وجہ سے پہلا طریقہ تو اَب باقی نہیں رہا مگر دوسرا طریقہ اب بھی موجود ہے چنانچہ جس شخص کے کسی قول وفعل سے اسلام کے قطعی عقائد کی مخالفت یا ان کا استہزا اور تحریف ثابت ہوجائے اور اس کے باوجود وہ اپنے ایمان و اسلام کا مدعی رہے تو وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کو قرآن مجید کی زبان میں ''مُلحِد'' کہا جاتا ہے اور حدیث میں اس کو ''زندیق'' کا نام دیا گیا ہے، جس کا معاملہ بہت سخت ہے۔

اللہ اور آخرت پر ایمان کا باہمی تعلق

یہاں قابلِ غور یہ بات ہے کہ منافقین نے خاص اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کا ذکر کیا، باقی چیزوں کا ذکر نہیں کیا جبکہ ایمان لانے کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں؟

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ''ایمان بالغیب'' یعنی غیب پر ایمان لانے میں سب سے اہم اور بنیادی چیزیں یہی دو ہیں، لہٰذا منافقین نے ان دو اہم چیزوں پر ایمان کا اظہار کرکے اپنا مؤمن ہونا جتلایا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایمان بالغیب میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور آخری چیز آخرت پر ایمان لانا ہے اور بعض مرتبہ کسی سلسلہ کی پہلی اور آخری چیز کا ذکر کرکے اس پورے سلسلہ کو مراد لیا جاتا ہے، منافقین نے ایمان بالغیب کی پہلی اور آخری دونوں چیزوں کا ذکر کرکے یہ جتلانا چاہا کہ ہم ایمان والوں کی طرح اول سے آخر تک سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اول سے آخر تک ایمان کے سلسلے کو پکڑے ہوئے ہیں۔

منافقین کی پہلی بری خصلت وحرکت

ان آیات میں منافقین کی پہلی بری خصلت، گری ہوئی اور گھٹیا حرکت یہ بیان کی گئی کہ وہ دل میں ایمان نہ ہوتے ہوئے اپنی زبان سے ایمان کا اظہار کرکے اپنے زعم اور گمان میں اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں سے دھوکہ

اور فریب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بے وقوف اور بے شعور لوگ درحقیقت اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب کرنے کا مطلب

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب اور دھوکہ نہیں دے سکتا، اس لئے کہ دھوکہ اسی کو دیا جاسکتا ہے جو حقیقتِ حال سے واقف نہ ہو، مگر اللہ تعالیٰ تو عالمُ الغیب والشہادۃ ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ وفریب دینا ممکن نہیں، لہٰذا اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ دل میں کوئی بات چھپا کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے سکتا ہے تو یہ صرف اس کے گمان کی بات اور اس کی خام خیالی ہے جو حقیقت سے بالکل مختلف ہے، اور ایسی خام خیالی اور غلط گمان رکھنے والے ہی کو خود دھوکہ اور فریب میں مبتلا ہونے والا قرار دیا جائے گا خواہ اپنی حماقت اور بدفہمی کی وجہ سے اسے اس بات کا شعور واحساس نہ ہو۔

یہ بات بھی ممکن ہے کہ منافقین کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے سکتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ چالبازی اور مکروفریب کرنے کو ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ چالبازی کرنا قرار دیا گیا ہو، کیونکہ اللہ کے رسول اور مؤمنین بھی تو دراصل اللہ ہی پر ایمان لانے کی دعوت دیتے اور ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا سمجھتے ہیں، اب جب ان منافقین کا اللہ ہی پر ایمان نہ ہوگا تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس حیثیت سے دھوکہ دینے والے شمار کئے گئے، اور کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دھوکہ فریب کھانے سے پاک ہیں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی اندر کی بات مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ اندر کی بات کی وحی کے ذریعے سے اپنے رسول اور پھر وہ مؤمنین کو اطلاع دیتے رہتے ہیں، اس لئے اللہ کے رسول اور مؤمنین بھی ان کے دھوکہ اور فریب سے محفوظ ہوجاتے ہیں، لہٰذا ان کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچتا، اب منافقین کی اس چالبازی اور دھوکہ دہی کا وبال پوری طرح دنیا وآخرت میں انہیں پر پڑتا ہے، لیکن یہ اس قدر احمق اور بدفہم ہیں کہ انہیں آپ اپنے ساتھ دھوکہ اور چالبازی کرنے کا احساس نہیں، جس کی وجہ اگلی آیت میں یہ بیان فرمائی گئی کہ ان کے دلوں میں ایک خاص قسم کا مرض ہے، جس کی وجہ سے ان کے شعور وادراک کی قوت ماؤف ہوگئی ہے (معارف القرآن ادریسی)

اور کیونکہ یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی سے جلتے اور چڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ ترقی دینا منظور ہے، جب یہ بار بار اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کا مرض اور بھی بڑھتا رہتا ہے، اور

کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کو ترقی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور اس سے منافقین کے مرض میں زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے،اس طرح ان کے مرض میں اضافہ اور زیادتی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ''فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا'' کے ذریعہ سے اپنی طرف فرمائی۔

نفاق روحانی اور جسمانی مرض ہے

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دلوں میں چھپے ہوئے کفر کو مرض قرار دیا ہے اور یہ جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے بڑا مرض ہے،نفاق کا روحانی مرض ہونا تو اس اعتبار سے ہے کہ اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے کی ناشکری اور اس کے احکام سے سرکشی کرنا کفر ہے، یہ انسانی روح کے لئے سب سے بڑا مرض اور انسانی شرافت کے لئے بدترین داغ ہے،اوپر سے دنیا کی ذلیل اغراض کی خاطر اس کو چھپاتے رہنا اور اپنے دل کی بات کو ظاہر کرنے کی جرأت بھی نہ ہونا یہ روح کا دوسرا مرض ہے۔

نفاق کا جسمانی مرض ہونا اس اعتبار سے ہے کہ منافق کے دل میں ہمیشہ یہ کھٹکا رہتا ہے کہ کہیں میری اصلی حالت کا راز نہ کھل جائے،شب وروز اسی فکر میں رہنا خود ایک جسمانی نفسیاتی مرض ہے، پھر نفاق کا لازمی نتیجہ حسد ہے کہ منافق کو اسلام اور مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر جلن اور سوزش ہوتی ہے،مگر وہ کمینہ اپنے دل کی اس جلن کا اظہار بھی نہیں کر پاتا،جس کی وجہ سے وہ اندر ہی اندر کُڑھتا رہتا ہے اور یہ چیزیں لازمی طور پر انسانی جسم کے بہت سے امراض اور بیماریوں کا سبب بن جاتی ہیں اور اس طرح وہ مرض بڑھتا رہتا ہے

منافقین کی سزا

ان منافقین کی سزا کا ذکر اس طرح فرمایا گیا:

''وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ'' ''اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے''

منافقین کے لئے دردناک عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عذاب تو کفر کا اپنی جگہ تھا،اوپر سے جھوٹ اور دھوکہ جیسے گناہ بھی شامل ہو گئے اور پھر اس سے آگے بڑھ کر اس جھوٹ اور دھوکہ کو اپنا ہنر اور کمال سمجھتے ہیں،اسی وجہ سے منافق کھلے کافر سے بھی بدتر ہے، کیونکہ کافر تو صرف کفر کرتا ہے اور منافق کفر کے ساتھ دھوکہ،فریب اور جھوٹ وغیرہ بھی شامل کر لیتا ہے،اس لئے اس کا کفر زیاد خطرناک اور دردناک ہوتا ہے،لہٰذا اس کے لئے عذاب بھی زیادہ خطرناک اور دردناک تیار کیا گیا ہے۔ (جاری ہے......)

مفتی محمد یونس

درسِ حدیث

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

وصیت کی فضیلت واہمیت اوراس کا طریقہ (قسط۱)

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَهٗ شَئٌ یُّوْصِیْ فِیْهِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُهٗ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ بَابُ الْوَصَایَا ص۲۶۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو (بخاری مسلم بحوالہ مشکوۃ)

تشریح: اس حدیث شریف سے وصیت کی ضرورت واہمیت معلوم ہوئی دراصل بات یہ ہے کہ جو انسان بھی دنیا میں آیا ہے اس نے ایک دن یہاں سے جانا ضرور ہے اور موت کا وقت مقرر ضرور ہے لیکن کسی انسان کو اپنی موت کا مقررہ وقت معلوم نہیں ہے اس لئے اسے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے کیا خبر کہ سوتے ہوئے ہی دنیا سے رخصت ہوجائے۔

اور انسان جب دنیا میں رہتا ہے تو اس پر دو قسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد، اور دنیا میں رہ کر ہر انسان کے ذمہ کچھ نہ کچھ حقوق اور تقاضے ہوتے ہیں جو ظاہر ہے کہ دوسرے انسان کے علم میں نہیں ہوتے، مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کی ادائیگی جو ابھی تک نہیں ہوسکی، کسی کا قرض، دَین اور امانت وغیرہ اور اس کے فوت ہونے سے متعلق بعض ایسے معاملات جن کی وضاحت ضروری ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان چیزوں کی تفصیل کا ایک خاکہ موجود ہوتا کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق ان چیزوں کی ادائیگی اور تلافی میں آسانی ہو، اور انسان دنیا سے بہت سے حقوق اور ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر پر لیکر قبر وآخرت کے عذاب میں مبتلا نہ ہو، اسی کا نام وصیت ہے اور اسی کی مذکورہ بالا حدیث میں تاکید کی گئی ہے۔ پھر جس طرح احادیث میں وصیت کی تاکید واہمیت بتائی

گئی ہے اسی طرح وصیت کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بھی بیان کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وصیت کی حالت میں انتقال کیا (یعنی وصیت کے تقاضے پورے کر کے دنیا سے رخصت ہوا) تو اس کا انتقال ٹھیک راستہ پر اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور وہ مغفرت کی حالت میں فوت ہوا (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۴)

اس حدیث شریف میں وصیت کر کے فوت ہونے والے کی کئی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں:

﴿۱﴾......ایک یہ کہ وہ شریعت اور سنت کے طریقے پر فوت ہوا شریعت کا منشاء یہ ہے کہ انسان کو ایسی حالت میں موت آنی چاہئے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی موجود ہو۔ انبیاء کرام، صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ بھی یہی ہے۔

﴿۲﴾......دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی موت تقویٰ وشہادت پر ہوئی۔ یہ بہت بڑی بشارت ہے ''حسن خاتمہ'' کی کیونکہ تقویٰ پر موت ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس لئے کہ تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے اور نافرمانی سے بچنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کفر سے بچ جائے، لہٰذا اگر تقویٰ کا ادنیٰ درجہ بھی موت کے وقت نصیب ہو گیا تو گویا ایمان پر خاتمہ نصیب ہوا اور یہ بہت بڑی سعادت ہے اور پھر شہادت کی فضیلت بھی ساتھ مل جائے تو فضیلت کا کیا ٹھکانہ۔

﴿۳﴾......تیسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا انتقال مغفرت کی حالت میں ہوگا یہ بھی بڑی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا نصیب ہو جانا بڑی کامیابی ہے لیکن یاد رہے کہ قرآن پاک کی بعض آیات اور دیگر احادیث کے پیش نظر اس مغفرت سے مراد صغیرہ گناہوں کی بخشش ہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کی مغفرت کے لئے توبہ کا ہونا شرط ہے اس کے بغیر کبیرہ گناہوں کی معافی کا وعدہ نہیں ہے۔

وصیت کا مفہوم:

کسی شخص کا زندہ ہونے کی حالت میں اپنی موت کے بعد کوئی کام کرنے یا اپنا مال کسی شخص کو یا کسی کارِ خیر میں دینے کی ہدایت کرنا شرعاً وصیت کہلاتا ہے مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ ''میں اتنے مال کی فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں'' یا یہ کہنا کہ ''میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں شخص کو دے دینا'' یا ''فلاں کام میں

لگا دینا'' یہ وصیت ہے خواہ موت کے قریب کہا ہو یا پہلے کہا ہو۔ اگر اپنی موت کا ذکر بالکل نہ کیا نہ وصیت کا لفظ بولا ہو بلکہ صرف یوں کہا ہو کہ ''میری فلاں چیز فلاں شخص کو دے دو'' یا ''فلاں کام میں لگا دو'' تو شرعاً یہ وصیت نہیں ہے، کیونکہ اس میں اپنے مرنے کے بعد کا ذکر موجود نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس کو وصیت پر محمول کرنا درست نہیں۔

وصیت زیادہ سے زیادہ تہائی مال تک کرنی چاہئے:

انسان کے فوت ہونے پر اس کا سارا ترکہ (مال، جائیداد، روپیہ پیسہ وغیرہ) شرعاً اس کے ورثاء کی ملکیت ہوجاتا ہے اور چونکہ وارثوں کیلئے مال چھوڑ کر جانا بھی ثواب ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ فوت ہونے والا اپنے مملوکہ مال وجائیداد وغیرہ کا اندازہ کرلے اور تہائی سے کم کی وصیت کرے اور زیادہ سے زیادہ تہائی مال تک وصیت کرنے کی گنجائش ہے تاکہ وارثوں کیلئے مال چھوڑ کر جانے کا ثواب بھی حاصل ہوسکے اور وصیت بھی حدیث کے مطابق ہوجائے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت سنائی تھی اور جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے مرض الوفات میں) عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس بہت سا مال ہے اور میرے ورثاء میں صرف میری بیٹی ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: دوتہائی مال کی وصیت کردوں؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: آدھے مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تہائی مال کی وصیت کرسکتے ہو اور تہائی (بھی) بہت ہے۔ بلاشبہ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار ہونے کی حالت میں چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگدستی کی حالت میں چھوڑو، جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا کریں......الخ (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۳) اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ اپنے وارثوں کے لئے مال چھوڑ کر جانا بھی ثواب ہے اور دوسرے یہ کہ ہر مسلمان کو اپنے مال کے زیادہ سے زیادہ تہائی حصے تک کی وصیت کرنے کا اختیار ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص تہائی سے زیادہ کی وصیت کر بھی دے تو شرعاً اس وصیت پر (تمام متروکہ مال سے مرحوم کے کفن دفن کے مسنون اخراجات اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ) مال کے تیسرے حصے تک عمل کرنا ہی ورثاء پر لازم ہے اس سے زیادہ مال وصیت میں خرچ کرنا ضروری نہیں۔

وصیت تو اگرچہ تہائی سے زیادہ میں نافذ نہیں ہوتی لیکن تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنے والا گنہگار ضرور ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ایسے شخص کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بعض مرد و خواتین ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں پھر جب ان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو وہ (ورثاء کو محروم کرنے کے ارادے سے) نقصان پہنچانے والی وصیت کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں ان پر دوزخ واجب ہو جاتی ہے“ (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ از احمد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو محروم کرنے والی وصیت کرنا بہت سخت گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان جنت کے ابتدائی داخلے سے بھی محروم ہو سکتا ہے۔

اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو گئی جو اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کو عاق کر دیتے ہیں اور یہ وصیت کر دیتے ہیں کہ میرے فلاں وارث کو میرے مال میں سے کچھ نہ دیا جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس طرح کی وصیت یا عاق کرنے سے کسی وارث کا حصۂ میراث ختم نہیں ہوتا بلکہ مورث کے فوت ہوتے ہی دیگر ورثاء کی طرح عاق کردہ وارث بھی اپنے حصۂ میراث کا شرعاً خود بخود مالک بن جاتا ہے۔

اسی طرح وصیت کا ایک اصول یہ ہے کہ انسان کے فوت ہونے پر جو شخص شرعاً اس کا وارث بننے والا ہو اس کے حق میں وصیت کرنا درست نہیں اور شرعاً ایسی وصیت پر عمل کرنا بھی زندوں پر لازم نہیں، ہاں اگر مرحوم کے تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں اور وارث کے حق میں کی جانے والی وصیت کے مطابق عمل کرنے پر تمام ورثاء خوشدلی سے راضی ہوں تو اس وصیت پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے (اپنی کتاب میں احکام میراث نازل فرما کر) ہر صاحبِ حق کو اس کا حصہ عطا فرما دیا ہے لہٰذا اب کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت (معتبر) نہیں مگر یہ کہ دوسرے وارث راضی ہوں (دار قطنی) اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب تک میراث کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اس دور میں ہر قریب المرگ شخص پر وصیت کرنا فرض ہوتا تھا پھر جب میراث کے مفصل احکام نازل ہو گئے تو وصیت کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور وارث کے حق میں وصیت غیر معتبر ہو گئی۔ لہٰذا اب وارث کے حق میں وصیت کرنا درست نہیں۔ اور اگر کوئی کر دے تو تمام عاقل بالغ ورثاء کی دلی رضامندی کے بغیر اس پر عمل کرنا درست نہیں (جاری ہے.............)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ماہِ ربیعُ الاٰخر

’’ربیعُ الاٰخر‘‘ یا ’’ربیعُ الثَّانی‘‘ اسلامی وقمری لحاظ سے سال کا چوتھا مہینہ ہے، یہ مہینہ ’’ربیعُ الاول‘‘ اور ’’جُمادی الاولیٰ‘‘ کے درمیان واقع ہے۔ یہ مہینہ بھی دوسرے مہینوں کی طرح اللہ کی مخلوق ہے، اس مہینہ میں شریعت کا کوئی خاص حکم کہ جس کا تعلق اس مہینے کے ساتھ ہو شریعت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس مہینے میں بھی دوسرے عام مہینوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، حضور اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ، محدثینؒ اور فقہائے کرام علیہم الرحمۃ سے معتبر سند کے ساتھ ربیع الثانی کے مہینے کے حوالہ سے کوئی خاص عمل ثابت نہیں۔

لیکن ہمارے ملک میں ربیع الثانی کے مہینے میں بڑی گیارہویں کے نام سے ایک رسم انجام دی جانے لگی ہے یہ رسم ربیع الاول کے مہینے میں حضور ﷺ کے نام کی میلاد کی رسم منا کر ٹھیک ایک مہینہ بعد ربیع الثانی کی ۱۱/۱۲ تاریخ کو ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم کا قرآن وحدیث اور فقہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی خیرُ القرون میں اس کا کوئی وجود ملتا، اور مل بھی کیسے سکتا ہے، کیونکہ بڑی گیارہویں کی رسم کی نسبت تو گیارہویں منانے والے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ پانچویں صدی میں پیدا ہوئے گویا کہ خود گیارہویں کی رسم منانے والے حضرات کے نزدیک بھی پانچ صدیوں تک اس رسم کا وجود نہیں تھا اور ایسی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے۔

بڑی گیارہویں جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا ایک سال پورا ہونے پر ہر سال مختلف قسم کے کھانے تیار کر کے اور مختلف طرح کے ختم دے کر انجام دی جاتی ہے، دعوت کا سماں بنا کر امیر وغریب بلا امتیاز سب کو کھانے میں شریک کیا جاتا ہے۔ اس رسم کے لئے پہلے سے اہتمام کے ساتھ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور پھر اس رسم کو انجام دے کر خیال کیا جاتا ہے کہ اس رسم کی بدولت ہماری مرادیں، حاجتیں اور تمنائیں پوری ہونگی، بلائیں اور مصیبتیں دور ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔

اوّل تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں دوسری ہستیوں کے ساتھ نفع ونقصان کے اختیار کا عقیدہ رکھنا ہی غلط اور ایمان کے لئے سخت خطرناک ہے۔ دوسرے اس رسم میں اور بھی شریعت کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں، جن کی

Idara Ghufran

وجہ سے یہ رسم ناجائز اور گناہ ہے اگر کوئی نیک نیتی کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یا دوسری مقدس ہستیوں کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو اس کے لئے ہر وقت راستے کھلے ہیں کسی بھی وقت اور کسی بھی دن ذکر و تلاوت کر کے، نفل نماز پڑھ کر، خاموشی سے صدقہ خیرات کر کے ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں ربیع الثانی کے مہینے یا اس کی ۱۱/۱۲ تاریخ کی ضرورت ہے اور نہ ہی دیگیں پکانے کی۔

جو شخص اخلاص اور خاموشی کے ساتھ کچھ پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے یا کوئی بھی نیک عمل کر کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ایصالِ ثواب کر دے یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے درجات بلند ہونے کی دعا کر دے، اور زندگی بھر حضرت شیخ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا اہتمام کرے لیکن گیارہویں کی رسم پوری نہ کرے تو ایسا شخص اس سے بہتر ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ کر صرف رسمی گیارہویں پر عمل پیرا ہے اور یقیناً یہ شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے عقیدت و احترام رکھنے والوں میں سے ہے۔ یاد رکھئے کہ غریبوں کی بے شمار ضروریات ہوتی ہیں مثلاً کپڑے، دوا، سفر کے اخراجات وغیرہ، اس لئے صدقہ خیرات کے ذریعہ ایصالِ ثواب غریبوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے کرنا چاہئے، ہر صورت میں صرف کھانے کا انتخاب کرنا عقل مندی نہیں۔ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے کے بجائے شریعت کے مسلمہ اصولوں پر چل کر اپنی دین و دنیا کو درست کرنا چاہئے، اور آپس کے اختلافات اور تنازعات سے بچنا چاہئے، جس کا سبب دین میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں داخل کر لینا ہے۔

بسلسہ : تاریخی معلومات — مولوی سعید افضل رمولوی طارق محمود

ماہِ ربیع الثانی: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ ربیع الثانی ۱۶ھ:** میں حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرہ شہر کی تعمیر کی گئی (تقویم تاریخی ص۴) مکمل عراق فتح ہوجانے کے بعد یہاں کی مسلسل بغاوتیں وشورشیں قابو میں رکھنے، فارس وہندوستان وغیرہ کے بحری، بری حملوں سے پیشگی مدافعت کرنے کے لئے اور بالخصوص سابقہ آباد شہروں سے نئی آبادی کا بوجھ تقسیم کرنے کے لئے بالعموم نئے شہر آباد کرنا ضروری تھے۔کوفہ وبصرہ کی تعمیر اس سلسلہ کی ابتداء تھے، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نومنتخب جگہ بحری وبری دونوں حیثیتیں رکھتی ہو،اور وہاں سے مدینہ تک کوئی دریا نہ ہو، مذکورہ اعتبار سے بصرہ کا محل وقوع موزوں ہونے کی وجہ سے ایک مرتب نقشہ کے تحت تعمیر کیا گیا، جس میں حکومت نے سرکاری عمارتیں تعمیر کرائیں اور دیگر اجتماعی ضروریات کا انتظام کیا اور رفاہِ عامہ کی ضروریات وسہولیات فراہم کیں، دجلہ سے نہر کھدوا کر آب رسانی کا انتظام کیا، کشادہ شاہراہیں، راستے، گلیاں، میدان وغیرہ سب چیزیں ایک نقشہ کے تحت وجود میں لائیں گئیں (تاریخِ ملت ج۱ ص۲۴۰، الفاروق ص ۳۸۹ میں لکھا ہے کہ مذکورہ جگہ کی تلاش کے لئے ۱۴ھ کو حکم جاری ہوا)

□...... **ماہِ ربیع الثانی ۲۱ھ:** میں معرکہ نہاوند کا پیش آیا (تقویم تاریخی ص۷) ایرانی کفار ہر سابقہ شکست پر نئے عزم وشدت پسندی کے ساتھ مذھب حق اور اھل اسلام کو صفحۂ ہستی سے کچل دینے کی غرض سے آئندہ کیلئے بھرپور طریقہ پر جنگ کی تیاری کرتے، چنانچہ اس مرتبہ دولاکھ کے قریب فوج ''نہاوند'' میں جمع ہوئی جسکے مقابلہ کے لئے حضرت عمرؓ کے حکم سے تیس، چالیس ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں کی تشکیل ہوئی، تین دن کی ہولناک لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی، ایک لاکھ سے زائد ایرانی شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دھکم پیل کے نتیجہ میں، گھوڑوں تلے آکر اور اپنی ہی خندقوں میں گر گر کر ہلاک ہوئے، میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے مذکورہ تعداد کے علاوہ تھے، مسلمان تقریباً تین ہزار شہید ہوئے، اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کی کمر ٹوٹ گئی تھی اسلئے اسے فتح الفتوح کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے (البدایہ والنہایہ وقعہ نہاوند ج۷ میں ۲۱ ہجری مذکور ہے، تاریخ ملت ۲۳۹ ج۱ میں بحوالہ اشہر المشاہیر محرم ۱۹ ہجری لکھا ہے)

□...... **ماہِ ربیع الثانی ۲۲ھ:** میں طرابلس فتح ہوا (تقویم تاریخی ص۶) حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کی جانب

فتوحات پر مامور تھے جب اس طرف کے تمام اہم علاقے فتح ہوگئے تو شمالی افریقہ کی طرف رخ کیا، جس کے بعض علاقے بغیر مقابلہ فتح ہوئے اور بعض معمولی جھڑپوں سے، اہل طرابلس سے سالانہ تیرہ ہزار دینار ادا کرنے کی شرط پر صلح ہوئی (تاریخ اسلام ج ا ص ۱۷۹ بحوالہ ابن اثیر ۱۱۹/۳، البدایہ والنہایہ ج ۷ ''وقعۃ نہاوند'' کے ضمن میں ۲۱ھ لکھا ہے)

□......**ماہ ربیع الثانی ۳۲ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۸) ان کا اصل نام عویمر یا عامر تھا، ابتداء میں آپ کا شغل معاش تجارت تھا، مگر جب عبادت، تفسیر، حدیث اور فقہ کی اشاعت میں محو ہوئے اور خشیتِ الٰہی کا غلبہ ہوا، تو فرماتے اب تو موجودہ حالات کے مقابلہ میں ایسی تجارت بھی پسند نہیں جس میں روزانہ نفع ہو اور وہ سارے کا سارا صدقہ کر دیا کروں اور نماز بھی قضاء نہ ہو کہ حساب کا خوف دامن گیر ہے، ان کا شمار فقہاء صحابہ میں تھا وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر پوچھا کہ اس قدر عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ تو کہنے لگے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں مسافر کی طرح سامان رکھنا چاہیے، اور ہم لوگ آپ ﷺ کے بعد کیا سے کیا ہو گئے، اس پُر اثر فقرے پر دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی، بوقتِ موت گریہ وزاری کی حالت طاری تھی اور کہتے تھے نہ معلوم گناہوں سے چھٹکارہ ہو سکے گا یا نہیں (قال الواقدی وجماعۃ مات ۳۲ ھ وقال ابن عبد البر انہ مات بعد صفین والاصح انہ مات فی خلافۃ عثمان ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۶، سیر الصحابہ ج ا ص ۱۷۱، حدیث بحوالہ کنز العمال)

□......**ماہ ربیع الثانی ۵۰ھ**: میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۱۳) حضرت کعب غزوہ تبوک میں جانے والے ان تین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے، جن کی شان میں یہ آیت ''وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا'' (الایۃ) نازل ہوئی تھی، ان حضرات نے اپنی سستی، کاہلی اور غلطی سچ سچ بیان کر دی تھی، اور منافقین کی طرح تاویلات اور بہانے نہیں کئے تھے، اسی سچ کو پرکھنے کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ایسے امتحان میں مبتلا ہوئے، جس کی نظیر تاریخِ اسلام میں بہت کم ہے، چنانچہ آپ ﷺ ۵۰ یوم تک خود بھی ان سے ناراض رہے اور صحابہ کو بھی ان سے بائیکاٹ کا حکم فرمایا، حتی کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی اور جب آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معافی کی وجہ سے چہرۂ انور خوش وخرم تھا، عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے معاف کر دیا، فرمایا اللہ نے بھی معاف فرمایا (سیر الصحابہ ج ۳ ص ۱۳۶، انصار دوم، الاصابہ ج ۵ ص ۱۶۹)

□......**ماہِ ربیع الثانی ۶۸ھ**: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا، یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہونے کی وجہ سے اکثر ان کے ہاں رہ لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے بارہا

حضور ﷺ کی خدمت اور تہجد میں اقتداء کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ اقتداء میں بالکل پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ذرا اپنے برابر کرنا چاہا تو بوجہ تواضع کے تذبذب میں مبتلا ہو گئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا؟ تو عرض کیا، آپ تو اللہ کے رسول ہیں بھلا آپ کے برابر کھڑا ہونا کس کے لائق ہو سکتا ہے، چونکہ عمر اس وقت ۱۲، ۱۳ برس ہی تھی، اس کفایت شعاری، خدمت اور غایتِ ادب کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں موقعہ بموقعہ بہت دعائیں دیں، انہی دعاؤں کا نتیجہ اور ثمرہ تھا کہ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ ان سب علوم میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا، جس سے پوری امت نے استفادہ کیا، انہی دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنے والی نسل میں وہ برکت رکھی کہ آپ کی تیسری چوتھی پشت میں آپ کی اولاد نے خلافتِ عباسیہ کی جو بنیاد رکھی تو کوئی سو پچاس سال نہیں کامل پانچ صدی امتِ مسلمہ کی خلعتِ خلافت پشت در پشت آپ کی نسل کے زیبِ بدن رہی، تا آنکہ چھٹی صدی ہجری میں تاتاری ریلے نے مرکزِ خلافت دارالسلام بغداد کو ہی غرقاب کر دیا ۔ رہے نام اللہ کا۔ اللہ باقی من کل فانی، ان کی وفات کے بعد غیب سے آواز آئی "یٰاَیَّتُها النَّفسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" نمازِ جنازہ سید محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے پڑھائی (سیر الصحابہ ج۲ ص ۲۳۵، مہاجرین ا، الاصابہ)

□......**ماہِ ربیع الثانی ۷۰ھ**: میں حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۸) آپ حضور ﷺ کی زندگی ہی میں پیدا ہو گئے تھے، اور حضور ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی، آپ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے نانا تھے، آپ بہت خوش اخلاق تھے، مدینہ سے باہر "ربذہ" کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی (الاصابہ، حرف العین، العین بعدہا الالف)

□......**ماہِ ربیع الثانی ۷۴ھ**: میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۹) کم سنی ہی سے پیدل دوڑنے میں ممتاز تھے، گھوڑے سے مقابلہ کرتے تو آگے نکل جاتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر تین مرتبہ موت پر بیعتِ رضوان کی تھی، غزوات میں شریک رہے، فتح خیبر سے اس شان سے واپس ہوئے کہ سید الکونین ﷺ کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے، آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اللہ کا واسطہ دے کر جو بھی سوال کرتا تو اسے خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے، لیکن اللہ کا واسطہ دے کر مانگنے کو برا فرماتے تھے، کیونکہ اس انداز میں دوسرے کے پیچھے پڑنے کا پہلو پایا جاتا ہے، جسے قرآن مجید میں "اِلْحَافًا" فرمایا گیا ہے (سیر الصحابہ ج۲ ص ۱۹۸، مہاجرین حصہ ۲)

□......**ماہِ ربیع الثانی ۸۰ھ**: میں حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا (تقویم تاریخی ص ۲۰) یہ آپ ﷺ کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے **(بقیہ صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں)**

مقالات و مضامین ابومحمد عشرت علی

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

۸؍ربیع الثانی ۲۶ھ بمطابق 17 مئی 2005ء کی شام ایک نہیں دو آفتاب غروب ہوئے ،ایک کا طلوع وغروب تو روزمرہ کا معمول ہے،کوئی اچنبھے کی بات نہیں،لیکن اسی شام جو ایک آفتابِ ہدایت غروب ہوا ہائے افسوس کہ اس کے رُخِ زیبا کی اس جہانِ رنگ و بو میں اب کبھی جلوہ آرائی نہ ہوگی یعنی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ۸۸سال کی عمر پا کر رحلت فرماگئے،جو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ تھے

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

البتہ اپنی ضوفشانیوں کا جو نقشِ دوام ،رجالِ کار،مدارس و مکاتب، کتب ورسائل،ملفوظات ومواعظ اور تعلیمات وارشادات کی صورت میں تھانہ بھون کی نظامِ شمسی کا یہ آخری کوکبِ سماوی ثبت کر کے گیا ہے وہ گردشِ لیل ونہار سے مٹنے والا نہیں، انشاءاللہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

ہاں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی والے جن کو رحمہ اللہ کہنے سے بھی جگر شق ہوتا ہے،ایسی ہی شان کے بزرگ تھے،آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ تھے،آپ حضرت کے خلفاء میں اس شرف کے ساتھ ممتاز تھے کہ عین عالمِ شباب میں ۲۲؍سال کی عمر میں خلعتِ خلافت سے مزین ہوکر مسندِ رشد واصلاح پر فائز ہوئے یہ مرتبہ بلند ملا جسے مل گیا

آپ نے علومِ ظاہری کی تحصیل وتکمیل مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں مشائخِ وقت خصوصاً حضرت برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ مہاجر مدنی سے فرمائی،آپ کا وطن ضلع ہردوئی صوبہ یوپی (اترپردیش) بھارت تھا،اسی نسبت سے آپ حضرت ہردوئی کے مختصر نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں،آپ ایک طویل عرصہ سے پاکستان ، بھارت ، بنگلہ دیش کے اہلِ حق علماء ومشائخ کا مرجع فیض وملجأ نسبت تھے،آپ اصلاحی وفلاحی مجلس ''دعوتِ حق'' کے روح ورواں تھے،اس مجلس کی زیرِ نگرانی تقریباً ۱۱۶۵ مدارس ومکاتب کام کررہے ہیں،جن میں زیرِ تعلیم تشنگانِ علومِ نبوت کی تعداد لگ بھگ ستر ہزار

ہے، اور خاص ہردوئی میں آپ کے زیرِ اہتمام چلنے والے مدرسہ اشرف المدارس میں ساڑھے چار سو طلباء زیرِ تعلیم وزیرِ تربیت ہیں۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ اور بیٹی ہیں، آپ کے اکلوتے صاحبزادے اشرف الحق آپ کی حیات میں ہی واصلِ بحق ہو چکے تھے، آپ کی تعلیمات وارشادات اور مواعظ وملفوظات کے جو مجموعے کتابی صورت میں طبع ہو چکے ہیں، ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں، مجالس الابرار، اشرف النصائح، اشرف الخطاب، اشرف الاصلاح، اشرف الہدایات، اصلاح المنکرات۔

آپ کی وفات پر برصغیر کی اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب بند ہو گیا، حضرت حکیم الامت کی مجددانہ ومصلحانہ خدمات کا جو سلسلہ حضرت حکیم الامت کی ذات بابرکات سے شروع ہوا تھا، اور آپ کے بلاواسطہ نائبین نے آپ کے بعد بھی تقسیمِ ملک سے لے کر آج تک اس کو نبھائے رکھا اور پروان چڑھایا آج حضرت کے آخری خلیفہ کی رحلت پر شریعت کے چشمۂ صافی کا یہ جامع ومخصوص فیضان انتہاء کو پہنچ گیا، اب محض چند گوہرِ شب چراغ ہستیوں کو چھوڑ کر جنہیں حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے خلافت تو نہیں لیکن شرفِ بیعت ضرور حاصل ہے بالعموم دوسرے بالواسطہ طبقے کا دور ہے، اللہ تعالیٰ رشد وہدایت کے اس سلسلہ کو نسل در نسل اسی طرح باقی رکھی۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

حضرت کے سانحۂ ارتحال پر فی البدیہ یہ چند اشعار موزون ہوئے:

باندہ کے رختِ سفر سوئے دربار چلے جانبِ عقبیٰ ایک اور صاحبِ اسرار چلے
طے کر کے سودوزیاں کے سب مرحلے رہا ہوئے زندان سے سوئے گلزار چلے
رندوں سے روٹھ کر زاہدوں کو چھوڑ کر جانبِ رفیق اعلیٰ حضرتِ ابرار چلے
آ! عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں سوگوار ہمیں چھوڑ کر خودسرشار چلے

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۲، تاریخی معلومات)

والد کی شہادت پر آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ عبداللہ صورتاً اور سیرتاً میرے مشابہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی اس ارشاد کی عملی تصدیق تھی، جب یہ فوت ہوئے تو موجودہ گورنر ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے خود غسل دے کر کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہہ رہے تھے، اللہ کی قسم! تم بہترین آدمی تھے، تم میں کوئی شر نہ تھا، تم صلۂ رحمی کرتے تھے، تم نیک تھے (سیر الصحابہ ج ۴ص ۱۲۴، حصہ ۷)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

مفتی محمد امجد

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۳)

حضرت صالح علیہ السلام کی شخصیت واوصاف

حضرت صالح علیہ السلام کی زندگی کے مکمل حالات اور آپ کے مفصل خدوخال تاریخ یا کتبِ سابقہ میں تو ملنے سے رہے، جس کی وجوہات پیچھے (''قومِ ثمود کا زمانہ'' کی سرخی کے تحت) بیان ہوچکیں، اس معاملے میں صرف قرآن مجید سے ہی اُصولی درجے میں روشنی ملتی ہے۔

قرآن مجید فرقانِ حمید نے آپ کی دعوت وتبلیغ کا کافی تفصیل سے جا بجا مختلف سورتوں میں نقشہ کھینچا ہے (شروع میں ان سورتوں کی تفصیل گزرچکی ہے) حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کی طرح آپ نے بھی اپنی قوم کو دلسوزی، خیر خواہی اور شفقت کے ساتھ سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور جگہ جگہ بلیغ پیرائے میں اپنی خیر خواہی، بے غرضی و بے نفسی بھی قوم پر واضح فرماتے گئے۔ قوم کے سامنے اپنے کردار کی یہ وضاحت آپ کی سیرت وسوانح کے اُبھرے نقوش ہیں، اسی آئینے میں ہم آپ کی شخصیت کو پڑھ سکتے ہیں

عملی تبلیغ

یہاں ایک نکتہ کی بات سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید میں داعیانِ حق حضرات انبیاء اور ان کے متبعین اور نمائندوں کی دعوت وتبلیغ کے طرز وانداز میں یہ چیز قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی دعوتِ حق اور دعوئ نبوت ورسالت کے ثبوت اور صداقت وحقانیت میں منجملہ دیگر دلائل وبراہین کے اپنی سیرت و کردار اور اپنی زندگی کے طرزِ عمل کو بھی پیش فرماتے تھے، چنانچہ ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ کو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات تلقین فرمائی کہ معاندین ومنکرین کے سامنے اپنی گزشتہ زندگی (جس میں نبوت سے پہلے کے چالیس سال کا عرصہ بھی ہے) پیش کر کے ان کو دعوتِ فکر دی جائے کہ اس شاندار زندگی اور اُجلی سیرت میں جو تمہارے درمیان ہی گزری تمہیں میری ذات میں کوئی عیب اور کوئی عام بشری کمزوری نظر آتی بھی ہے؟ اگر چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک جبکہ ابھی نبوت کی خلعت سے بھی سرفراز نہ ہوئے تھے، آپ ﷺ معصومیت اور ملکوتیت کے پیکر رہے، عفت وپاکبازی کا مجسم نمونہ بنے رہے تو آج پھر

اچانک اُٹھ کر معاذ اللہ اتنی بڑی غلط بیانی کیسے کر سکتے ہیں، اور مخلوق تو درکنار خود خالق تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں؟ اتنی موٹی سی بات بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَاتَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَا اَدْرٰکُمْ بِہٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس آیت ۱۶)

ترجمہ: اے نبی آپ فرما دیجئے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اس (قرآن) کو تمہارے سامنے اور نہ وہ خبر کرتا تمہیں اس کی، کیونکہ میں رہ چکا ہوں تمہارے درمیان ایک عمر اس سے پہلے۔ کیا پھر تم غور و فکر نہیں کرتے۔

اب وہ آیاتِ بینات ملاحظہ ہوں جن سے حضرت صالح علیہ السلام کی سیرت اور شخصیت پر روشنی پڑتی ہے:

﴿الف﴾ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا [۱] قَبْلَ ھٰذَا الخ (ھود آیت ۶۲)

ترجمہ: بولے اے صالح تجھ سے تو ہمیں بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں اس سے پہلے۔

﴿ب﴾ فَتَوَلّٰی عَنْھُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ (الاعراف آیت ۷۹)

ترجمہ: پھر صالح اُلٹے پھرے اُن سے اور بولے اے میری قوم! میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

﴿ج﴾ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (الشعراء آیت ۱۴۳)

ترجمہ: میں تمہارا امانتدار دیانتدار پیغمبر ہوں۔

ان آیات میں سے پہلی یعنی سورہ ھود کی آیت میں قوم کا آپ سے یہ کہنا کہ ہمیں آپ سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں لیکن آپ نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ وغیرھم کبارِ مفسرین نے فرمایا ہے (جیسا کہ روح المعانی کے حوالہ سے "مرجوا" کی تفسیر حاشیہ میں مذکور ہے) کہ آپ حسب و نسب میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، اخلاقِ فاضلہ اور کمالاتِ عالیہ سے متصف تھے، جس کی وجہ سے نبوت ملنے سے پہلے قوم نے آپ سے بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں مثلاً یہ

---

[۱] مرجوا ای فاضلا خیرا نقدمک علیٰ جمیعنا علیٰ ما روی ابن عباس وقال ابن عطیه نأمل منک ان تکون سیدا سادامسدالاکابر وقال کعب کانو یرجونه للملک بعد ملکھم لانه کان ذا حسب وثروة (روح المعانی ج۷ ص ۸۹)

کہ ان شاہانہ صفات کی وجہ سے آپ مستقبل کے بادشاہ اور قوم کے رئیس ہوں گے، پس غیرت، شجاعت، سخاوت، وجاہت، مروت، شرافت، نجابت، امانت اور دیانت وغیرہ تمام صفات جو ان پچھلی باجبروت اور اولوالعزم قوموں کی قیادت کے لئے اجزائے ترکیبی تھیں وہ سب آپ میں ہونگی۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

قومِ ثمود ایک عربی الاصل ممتاز قوم تھی اور اقوامِ عرب میں سے بھی عربِ عاربہ یعنی قدیم و خالص عرب تھے، زمانۂ جاہلیت یعنی نبی ﷺ سے پہلے کے عرب معاشرہ میں قبیلوں کی تقسیم، تشکیل و تنظیم اور ان کی ریاست و قیادت کے قواعد و اصول اتنے جامع و ہمہ گیر تھے کہ جود و سخا، امانت و دیانت اور غیرت و شجاعت اور نام و ننگ کی حفاظت ان کے عام و خاص اور کہتر و مہتر کی زندگی اور سیرت کا طرّہ امتیاز ہوتا تھا اور ان کی اجتماعی زندگی میں فخر و مباہات کا سرمایہ تھا، جاہلیتِ عرب کے اشعار انہی باتوں سے پُر ہیں۔ اس سے کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قومِ ثمود نے جس شخصیت سے اپنے اوپر قیادت اور حکومت کرنے کی امیدیں وابستہ کی تھیں وہ انسانی اوصاف و کمالات میں کتنا کامل و ممتاز ہوگا؟ اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

دوسری یعنی سورہ اعراف کی آیت میں آپ نے قوم کے سامنے اپنے آپ کو پیش فرماتے ہوئے اپنے لئے ناصح کا وصف استعمال فرمایا ہے۔ ناصح کا مطلب خیر خواہ، بھلا چاہنے والا، مشفق و مہربان وغیرہ کے ہیں۔

اور تیسری سورہ شعراء کی آیت میں اس موقعہ پر قوم کے سامنے آپ نے اپنے لئے ''رسولِ امین'' کا وصف ذکر فرمایا ہے، امین کے معنیٰ دیانتدار، قابلِ اعتماد وغیرہ کے ہیں۔

ناصح، امین، اصلاً یہ دونوں باطنی، قلبی، اخلاقی صفات ہیں، لیکن یہ صفات اتنی جامع اور ہمہ گیر ہیں کہ تمام اخلاقِ رذیلہ، صفاتِ ردّیہ اور عاداتِ سیئہ کی نفی کرتی ہیں اور اجتماعی و انفرادی دونوں زندگی کے میدانوں میں آدمی کی بلند کرداری اور مثالی انسان ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

خصوصاً ناصح ہونے کا زیادہ تعلق اجتماعی زندگی میں دوسرے کے ساتھ پیش آنے والے معاملات میں (خواہ دنیوی ہوں یا دینی) آدمی کی بلند کرداری اور مثالی طرزِ عمل سے ہے اور امین کا تعلق بالذات انسان کے نیک طینت اور سلیم الفطرت ہونے سے ہے۔ اس طرح یہ باطنی صفات قلب (دل) سے شروع ہو کر قالب (جسم) تک انسان کے ہر ہر عمل میں رچ بس جاتی ہیں، قرآن مجید کے ان اشارات سے حضرت صالح علیہ السلام کی شخصیت نکھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے

(بقیہ صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے ابوعبداللہ

صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے دادا ''حضرت عبدالمطلب'' کے دادا ''عبدمناف'' کے چار بیٹے تھے......ایک ہاشم بن عبد مناف جو نبی کریم ﷺ کے پردادا تھے، دوسرے عبدالشمس بن عبدمناف جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دادا ابی العاص بن اُمیہ کے دادا تھے، تیسرے مطلب بن عبدمناف اور چوتھے نوفل بن عبدمناف تھے نوفل کے بیٹے عامر کا داماد سہیل بن عمرو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کفروشرک میں بہت سخت تھا گو کہ سہیل بن عمرو کا سلسلہ نسب بھی آٹھویں پشت میں لوی بن غالب پر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے لیکن ہدایت اور محبت میں سبقت کے فیصلے شجرہ ملنے سے طے نہیں ہوتے (سیرۃ النبی ابن ہشام، طبقات ابن سعد، سیر الصحابہ بتغیر)

نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو دلوں کی قبولیت کے فیصلے ہونے لگے...... جہالت میں بھٹکتے انسانوں کا سلیم الفطرت طبقہ ایک ایک کرکے وفادارانِ نبوت میں اضافہ کرنے لگا......سہیل بن عمرو کے گھر سے منتخب اور قبول ہونے والا دل اُس کے بیٹے عبداللہ کے سینے میں دھڑک رہا تھا...... رحمت کی برکھا نے عبداللہ بن سہیل کو حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بنادیا......مسلمانوں نے کفار کے مظالم سے تنگ آکر اپنے دین کو بچانے کے لئے دوسری مرتبہ جب حبشہ کو ہجرت کی تو حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے...... واپس آئے تو والد نے گرفتار کرلیا اور قید کرکے اپنے پاس رکھ لیا...... پھر آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر باپ دادا کے مذہب سے بغاوت کی سزا دیتے ہوئے نئے دین کو ترک کرنے پر مجبور کیا جانے لگا......آخر باطل پرستوں کی ظاہر داری فریب کھانے لگی اور وہ سمجھنے لگے کہ آپ نے اپنی شکست قبول کرتے ہوئے تبدیلیٔ مذہب سے رجوع کرلیا......اس سارے عرصے کے دوران مکہ مکرمہ کے حالات خاصے بدل چکے تھے...... نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جاچکے تھے اور اب بدر کے معرکہ کی تیاریاں تھیں ......سہیل بن عمرو بھی اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ حق کے خلاف لڑنے چلا تو آپ کو بھی اپنی حمایت کی شرط پر ساتھ لے لیا......آپ اس کے ساتھ اسی کے قافلے میں شامل ہوکر چل دیئے ...... بدر کا میدان سجا تو آپ ناپسندیدہ ترین جماعت سے نکل کر پسندیدہ ترین جماعت میں آشامل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی کمان میں کفار کے ساتھ سخت مقابلہ کیا...... (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۴۳)

اس کے بعد آپ نے تمام بڑے معرکوں میں بھی حصہ لیا...... ذی القعدہ ۶ھ ہجری میں جب نبی کریم ﷺ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر رکے تو کفار نے حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کے والد سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر نامزد کر کے نبی کریم کی طرف بھیجا تھا سہیل نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے اسی وجہ سے انہیں خطیبِ قریش کہا جاتا تھا (سیرۃ النبی۔شبلی نعمانی ج ا ص ۲۵۹) اس دن نبی کریم ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان تحریر ہونے والے صلح نامے پر مسلمانوں کی طرف سے گواہ کے طور پر جن حضرات کے دستخط تھے اُن میں سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے (صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا ص ۳۷۸)

فتح مکہ کے وقت ان کے والد اپنے مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور ان سے کہا کہ میرے لئے حضور اکرم ﷺ سے امان دلوادو (صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا ص ۳۷۸) جب حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے والد کے لئے امان چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ......سہیل بن عمرو کو کوئی حقارت سے نہ دیکھے ......قسم ہے کہ وہ نہایت ذی عزت اور دانشمند ہے، ایسا شخص محاسنِ اسلام سے ناواقف نہیں ہوسکتا اور اب تو اس نے دیکھ لیا ہے کہ وہ جس کا حامی تھا اس میں کوئی منفعت نہیں.......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر جب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان والد کو سنایا تو وہ بیٹے کے اس احسانِ عظیم پر مسرور اور خوش ہوتے ہوئے کہنے لگے......خدا کی قسم یہ بچپن ہی سے سعادت منداور نیکوکار رہے (سیر الصحابہ ج ۲ ص ۴۱۶)

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نیابت وخلافت کا فریضہ سنبھالا اور فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ فرمائے تو ان میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگِ یمامہ میں حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور اسی میں اڑتیس سال کی عمر میں آپ کی شہادت ہوئی

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْن (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۴۳)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی منظور احمد (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۳)

(۷)......ناپ تول میں کمی سے پرہیز کرنا

ناپ تول میں کمی کرنا بہت بڑا گناہ اور تجارت میں نقصان اور بے برکتی کا باعث ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اہلِ مدین جس کا ذکر قران مجید میں کئی جگہ ہے اسی گناہ کی وجہ سے ہلاک ہوئی، کیونکہ ناپ تول میں کمی کی ان کو عادت تھی، وہ خریدنے کے لئے بڑے اور فروخت کرنے کے لئے چھوٹے باٹ اور پیمانے استعمال کرتے تھے، قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت کا اعلان کیا ہے، چنانچہ سورۃ تطفیف میں ارشاد ہے:

''وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ''

ترجمہ: ''ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کر کے دیتے ہیں''

❁ ......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، اس سے روکنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں، جس کے بعد انہوں نے ناپ تول کو صحیح کر لیا (ترغیب ج ۴ ص ۳۴)

❁ ......حضرت عبداللہ بن عباد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلے میں ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا کیا مطلب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱)......جب کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا

(۲)......اور جب کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے فیصلے کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں غربت عام ہو گئی

(۳)......اور جب کسی قوم میں برائیاں (خصوصاً زنا) عام ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے

Idara Ghufran

(۴)......اور جب بھی کسی قوم نے ناپ تول میں کمی کی تو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا

(۵)......اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان میں سے کون سی برائی ایسی ہے جو ہمارے اندر نہیں پائی جاتی اور کونسی سزا اور پریشانی ایسی ہے جس میں ہم مبتلا نہیں، لہٰذا اگر ان پریشانیوں سے نجات مطلوب ہے تو ان کے اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک اہم سبب ناپ تول میں کمی بھی ہے۔

❀ ......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا، یعنی ان کے رزق میں کمی کر دی جائے گی یا رزق کی برکت اٹھالی جائے گی، ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں، جن کے بارے میں گزشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں (ترغیب ج ۴ص ۳۵)

❀ ......حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ ایک تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں، میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا! میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا، اور یہ آپس میں چھوٹے بڑے تھے، مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ان دونوں کو لے کو ایک دوسرے پر مارنے لگا تو اس نے کہا تمہارے اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہو گیا ہے اور پھر وہ اسی مرض میں مر گیا۔

❀ ......علامہ ابنِ حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ میں ایک بیمار شخص کے پاس گیا جو مرنے کے قریب تھا، میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا، لیکن اس کی زبان سے کلمہ شہادت نہیں نکلتا تھا، اسے کچھ افاقہ ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ بھائی کیا بات ہے؟ میں تمہیں کلمہ شہادت تلقین کر رہا ہوں وہ تمہاری زبان سے نہیں نکلتا؟ اس نے کہا "یَا اَخِیْ لِسَانَ الْمِیْزَانِ عَلٰی لِسَانِیْ یَمْنَعُنِیْ مِنَ النُّطْقِ بِھَا" بھائی ترازو کی ڈنڈی (جسے پکڑ کر تولتے ہیں) میری زبان پر ہے، جو مجھے کلمہ شہادت پڑھنے سے روک رہی ہے، میں نے پوچھا کیا تم کم تولتے تھے اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ میں ایک زمانے تک ترازو کے پلڑے کو درست کئے بغیر تولتا رہا۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں غور کیجئے کہ ترازو کے پلڑے درست نہ کرنے

والے کا یہ حال ہے تو جو ناپ تول میں کمی کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا (الزواجر عن اعتراف الکبائر ج ا ص ۴۱۰)

امام غزالی رحمہ اللہ اکابر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا دو ترازو والا آدمی جو ایک سے تول کر دیتا ہے اور ایک سے تلوا کر خود لیتا ہے (اور دونوں میں فرق پایا جاتا ہے) تمام فاسقوں سے بدتر ہے، اور جو کپڑے والا کپڑا خریدتے وقت ڈھیلا ناپتا ہے اور بیچتے وقت کھینچ کر ناپتا ہے وہ بھی ان میں داخل ہے، اور جو قصائی اس ہڈی کو گوشت کے ساتھ تول کر دے جسے تولنے کا رواج نہیں وہ بھی ان میں داخل ہے اور جو شخص غلہ بیچے اور اس میں عادت سے زیادہ خاک (مٹی) ہو وہ بھی ان میں داخل ہے اور یہ سب باتیں حرام ہیں اور سب معاملوں میں مخلوق کے ساتھ انصاف کرنا واجب ہے (ماخذ کیمیائے سعادت)

اس لئے ہر معاملے میں پورا پورا ناپ تول شرعاً واجب ہے مگر چونکہ پورے پورے ناپ تول میں بھی خطرہ ہے کہ کہیں دوسرے کے حق میں کمی نہ ہو جائے اس لئے بہتر یہی ہے کہ وزن کرتے وقت سامان کے پلڑے کو کچھ جھکا کر تولا جائے اور ناپتے وقت اصل مقدار سے کچھ زیادہ ناپ کر دیا جائے تاکہ دوسرے کی حق تلفی کا شبہ بھی نہ رہے، حضور اقدس ﷺ نے اسی کا حکم دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اِذَاوَزَنْتُمْ فَارْجِعُوْا (کنز العمال ج ۴ ص ۴۸)'' **ترجمہ:** ''جب تم تولو تو جھکتا تولا کرو''

آپ نے ایک شخص کو سامان تولتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا:

''زِنْ وَارْجِحْ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۵۴)'' **ترجمہ:** ''ناپو اور جھکتا تولو''

اسی لئے امام غزالی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بزرگوں کی یہ عادت تھی جب غلہ لیتے تھے تو کچھ کم لیتے تھے اور جب دیتے تھے تو کچھ زیادہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ معمولی غلہ (جو ہم کم لیتے اور زیادہ دیتے ہیں) ہمارے اور دوزخ کے درمیان رکاوٹ ہے، وہ شخص بے وقوف ہے جو جنت کو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اس معمولی سے غلے پر بیچ ڈالے اور بھلائی کو برائی سے بدل ڈالے، رسول اللہ ﷺ جب کوئی چیز خریدتے تو ارشاد فرماتے کہ ''قیمت کے موافق تولو اور جھکتا تولو'' حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ جب کسی کو دینے کے لئے دینار (سونے کے سکے) تولتا ہے تو اس کے نقش میں جو میل ہوتی ہے اسے صاف کرتا ہے تو فرمایا ''بیٹا! تیرا یہ کام دو حج اور دو عمروں سے بہتر ہے''۔

قرآن وسنت کی ان تصریحات اور صحابہ وتابعین کے عمل پر غور کیجئے اور اس کے بعد اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیجئے کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔

آج ہمارا معاشرہ ناپ تول میں کمی کی وہی تصویر پیش کر رہا ہے جو اہلِ مدین نے پیش کی اور عذاب الٰہی نے انہیں تباہ کر کے قیامت تک کے لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا، آج ہم ترازؤں اور وزن کے کانٹوں میں جان بوجھ کر فرق رکھتے ہیں، تولنے کے باٹ کا وزن اصل مقدار سے کم رکھا جاتا ہے، پٹرول، بجلی اور گیس کے میٹر کی رفتار تیز کر کے پٹرول، بجلی اور گیس کم دیتے اور قیمت پوری وصول کرتے ہیں، ٹیکسی اور رکشے کے میٹر کی رفتار تیز کر کے سفر کی مسافت زیادہ ظاہر کی جاتی ہے اور حق سے زیادہ سواری سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، کپڑے، زمین اور دیگر اشیاء کے دوہرے پیمانے استعمال کئے جاتے ہیں، یہ خطرناک گناہ آج ہماری تجارت کا لازمی جز بن چکا ہے، بجائے اس کے کہ ہم یہ سوچیں کہ یہ ناپ تول میں کمی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال کا خطرہ ہے ہم اسے کمال اور چالاکی سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے مال میں کمی اور بے برکتی عام ہے، اگر ہمارا یہی طرز رہا تو خطرہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کسی سخت عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں، لہٰذا اس طرزِ عمل کی اصلاح کی بہت سخت ضرورت ہے (جاری ہے.....)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۷، حضرت صالح علیہ السلام)

اور انبیاء علیہم السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ شکل وصورت اور قد وقامت کے لحاظ سے بھی نہایت موزوں، معتدل اور ایسی متناسب الاعضاء صورت میں پیدا فرماتے ہیں، جو دیکھنے والے کے لئے اپنے اندر کشش، جاذبیت اور محبوبیت رکھتی ہے۔ جلوۂ محمدی اور حُسنِ یوسفی کے حالات جو قرآن مجید میں اور احادیثِ مبارکہ میں واضح ومصرّح ہیں وہ اس بات پر شاہدِ عدل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں قرآن مجید میں ''اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ'' وارد ہوا ہے، یعنی ظاہری جمال وکمال ایسا آپ کو عطا فرمایا کہ دیکھنے والے کے قلب ونظر میں محبوب ٹھریں۔

اور سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو نبوت ورسالت کے لئے منتخب فرمانا ہی آپ کی تمام ظاہری وباطنی کمالات اور خوبیوں کی کافی دلیل ہے، بس تاریخی وسوانحی حیثیت سے نصوص کی روشنی میں آپ کے یہ سوانح اور صفات جمع کئے گئے تاکہ اسی بہانے آپ کا ذکرِ خیر ہماری زبان اور قلم پر جاری ہو جائے اور ہمارے دلوں میں جگہ پائے اور ہمارے سینوں کو گرمائے۔ ؎

گر تازہ میخواہی داشتن داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اگر سینہ کے داغوں کو تر وتازہ رکھنا چاہتے ہو تو کبھی کبھی اس پرانے قصے کو دھرایا کرو (جاری ہے)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

تواضع اختیار کرنے کے فوائد

قرآن وحدیث سے تواضع یعنی عاجزی اور انکساری اور اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر اور ادنیٰ سمجھنے کی بہت فضیلت وتاکید اور اس کے برخلاف تکبر اختیار کرنے اور اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلہ میں بڑا اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں حقیر وکمتر سمجھنے کی سخت وعیدیں معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

”طُوْبیٰ لِمَنْ تَوَاضَعَ فِیْ غَیْرِ مَنْقَصَةٍ الخ“ (طبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن بحوالہ جامع صغیر ص ۳۲۷)

ترجمہ: ”اُس شخص کے لئے خوشی ہی خوشی ہے (ناکامی نہیں) جس نے تواضع اختیار کی“۔

اِس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ تواضع اختیار کرنے والے کو کبھی بھی ناکامی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوشی حاصل رہتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”مَامِنْ اٰدَمِیٍّ اِلَّافِیْ رَأْسِہٖ حِکْمَةٌ بِیَدِ مَلَکٍ فَاِذَاتَوَاضَعَ قِیْلَ لِلْمَلَکِ اِرْفَعْ حِکْمَتَهٗ وَاِذَاتَکَبَّرَقِیْلَ لِلْمَلَکِ ضَعْ حِکْمَتَهٗ“ (طبرانی عن ابن عباس والبخاری بحوالہ جامع صغیر ص ۴۸۷)

یعنی ”ہر آدمی کے سر میں فرشتہ عقلمندی اور دانائی لیے موجود ہے، پھر اگر وہ تواضع اختیار کرے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی عقلمندی میں اضافہ کردو اور اگر وہ تکبر اختیار کرے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی حکمت کا حصہ ضائع کردو“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سمجھدار اور عقلمند بننے اور اپنی عقل وفہم میں اضافہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تواضع اختیار کی جائے اور اس کے برعکس اگر تکبر اختیار کیا گیا تو عقل وفہم اور سمجھداری ودانائی میں کمی واقع ہوگی، لہٰذا اپنی سمجھ اور عقل میں اضافہ کا طریقہ تواضع اختیار کرنا ہے اور تکبر آدمی کو بدفہم اور دانائی وبصیرت سے محروم کرتا ہے، اور تکبر تواضع کی ضد ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں تواضع کی اہمیت اور فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے:

''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهُ اللّٰهُ فِي اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَمَنْ تَكَبَّرَ عَلَى اللّٰهِ دَرَجَةً وَضَعَهُ اللّٰهُ فِي اَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ (اخرجه احمد وابن ماجه وصححه ابن حبان، فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۰۲)

یعنی ''جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ اُسے اعلیٰ علیین میں پہنچا دیتے ہیں اور جو کوئی تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ گھٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ اُسے اسفل السافلین میں پہنچا دیتے ہیں''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ علیین جو جنت کا بہت ہی اعلیٰ اور شاندار مقام ہے، اس تک پہنچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ بندہ تواضع اختیار کرے، اور ظاہر ہے کہ جیسے دنیا میں ہر شخص اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اسے اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی شان سے یہ بہت دُور ہے کہ وہ آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کا طلب گار نہ ہو۔

''ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر کسی کو اچھے کپڑے اور اچھے جوتے پہننے کا شوق ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تکبر یہ ہے کہ آدمی صحیح بات قبول نہ کرے اور لوگوں کو اپنے سے ذلیل سمجھے'' (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو اپنے سے کمتر سمجھنا تکبر ہے اسی طرح صحیح بات قبول نہ کرنا بھی تکبر کی نشانی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھی اور صاف سُتھری چیزیں اللہ جل جلالہ کی نعمت سمجھ کر اگر استعمال کی جائیں تو یہ تکبر اور گناہ نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ کی دی ہوئی نعمتوں پر عملی اعتبار سے شکر ہے۔

مگر یاد رہے کہ تواضع اور عاجزی جس کو فروتنی بھی کہتے ہیں کا اصل مرکز انسان کا دل ہے، اصل اور حقیقی تواضع تو دل ہی میں ہوتی ہے، اعضاء سے تو صرف اس کا اظہار ہوتا ہے، اگر دل میں عاجزی اور تواضع ہونے کی وجہ سے اعضاء سے خود بخود بلا تکلف تواضع کا اظہار ہو تو یہ حقیقی اور اصلی تواضع کا اثر ہے اور اگر دل میں تکبر ہو مگر ظاہری اعضاء سے بتکلف تواضع کا اظہار کیا جائے تو یہ مصنوعی اور بناوٹی تواضع ہے، اور جو تواضع کی فضیلت و تاکید شریعت نے بیان کی ہے وہ حقیقی تواضع ہے نہ کہ رسمی اور مصنوعی تواضع، جیسا کہ بعض لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو کمتر، حقیر و فقیر، ناکارہ اور سیاہ کار وغیرہ کہتے ہیں اور ساتھ ہی دل سے

دوسروں کو اپنے سے حقیر وکمتر بھی سمجھتے ہیں، لہٰذا تواضع کی حقیقت اور اصلیت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، نہ یہ کہ صرف ظاہری طور پر تواضع والی شکل وصورت اختیار کرلی جائے یا پھر اپنے آپ کو متواضع سمجھ کر دوسروں کو اپنے سے کم درجے والا سمجھے، یہ وہ تواضع نہیں جس کی اسلام میں اہمیت اور فضیلت آئی ہے بلکہ یہ در پردہ تکبر اور گناہ ہے، ایک حدیث میں ہے:

اِیَّاکُمْ وَالْکِبْرَ فَاِنَّ الْکِبْرَ یَکُوْنُ فِی الرَّجُلِ وَاِنْ عَلَیْہِ الْعُبَائَۃُ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۰۲ اخرجه الطبرانی فی الوسط ورواته ثقات)

یعنی ''تکبر سے بچو اس لیے کہ تکبر جُبّہ، قُبّے پہنے ہوئے (لوگوں) میں بھی ہوسکتا ہے''

مطلب یہی ہے کہ ظاہری شکل وصورت کو متواضع بنانے کے ساتھ ساتھ باطنی اعتبار سے بھی تواضع اختیار کرنی چاہئے، نہ تو صرف ظاہر کو متواضع بنانا کافی ہے اور نہ ہی صرف باطن کو، بلکہ دونوں کی ضرورت ہے، اور اصل ظاہر کی تواضع وہی ہے جو اندر کے تقاضے سے وجود میں آئے، جیسا کہ پہلے گزرا، ایک حدیث میں ہے

'' مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ ضَعِیْفٌ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حتی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِّنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ'' (کنز العمال ج۳ حدیث ۵۷۳۷ ص ۱۱۳ رواہ ابونعیم عن عمر)

ترجمہ: ''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑائی عطا فرماتے ہیں، چنانچہ وہ اپنے آپ کو کمزور سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست فرماتے ہیں، چنانچہ وہ اپنے آپ کو تو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ اُن کے نزدیک اس شخص کی کتے اور خنزیر جتنی بھی اہمیت نہیں رہتی''

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ اصل تواضع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اختیار کی جائے کیونکہ حدیث میں ''لِلّٰہِ'' (اللہ کے لئے) کے الفاظ آئے ہیں، یعنی تواضع اختیار کرنے سے دنیا کی کوئی فاسد غرض نہ ہو اور جب بندہ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ متواضع بندے کو عزت عطا فرماتے ہیں اور متکبر کو ذلیل فرماتے ہیں۔ ایک حدیثِ قُدسی میں حضور ﷺ نے اس کی مثال اس طرح دی ہے:

''یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ مَنْ تَوَاضَعَ لِیْ ھٰکَذَا رَفَعْتُہٗ ھٰکَذَا وَجَعَلَ یَزِیْدُ بَاطِنَ کَفِّہٖ اِلَی السَّمَاءِ وَرَفَعَھَا نَحْوَ السَّمَاءِ'' (مسند احمد بن حنبل ج ۱ اول مسند عمر)

Idara Ghufran

یعنی ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرے لیے اس طرح تواضع اختیار کرے تو میں اس طرح اُسے بلند کرتا ہوں، چنانچہ یزید (حدیث کے راوی) نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف بلند کردی“

مطلب یہ ہوا کہ متواضع بندے کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرح بلند فرمائیں گے، خواہ دنیا میں بلند فرمائیں یا آخرت میں، یا دونوں جہانوں میں۔ خلاصہ یہ کہ بندہ کی طرف سے تواضع کی صفت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ دراصل عبدیت و بندگی کا خلاصہ ہی تواضع اور عاجزی ہے، جو بندہ تواضع چھوڑ کر تکبر اختیار کرتا ہے تو اصل بندگی اور عبدیت کی صفت سے بغاوت کا مجرم شمار ہوتا ہے اور دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار ہوکر ناکام ہوتا ہے، اسی لئے ایک حدیثِ قُدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیُ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیُ فَمَنُ نَازَعَنِیُ وَاحِدًا مِّنُھُمَا قَذَفُتُہٗ فِی النَّارِ (جامع صغیر ج۴ از احمد ،ابوداؤد ،ابنِ ماجہ) وفی روایۃ قَصَمُتُہٗ ببدل قَذَفُتُہٗ وفی روایۃ عَذَّبُتُہٗ (جامع صغیر ج۴)

یعنی ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کبر میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار، پس جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ منازعت (جھگڑا) کرے گا تو میں اُسے آگ میں پھینک دوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ اُسے عذاب میں مبتلا کردوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ اُسے ذلیل کردوں گا۔“

کبر کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو دوسرے کے مقابلے میں بڑا سمجھے اور عظمت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو کامل اور مستغنی سمجھے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہیں۔ (چادر اور ازار سے سمجھانے کے لئے تعبیر کیا گیا ہے) (فیض القدیر ج۴ شرح الجامع الصغیر حرف القاف)

Idara Ghufran

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

کھانے پینے کے آداب (قسط ۱)

۞ ......غذا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، غذا ہی پر انسان کی صحت اور بقاء کا دارومدا ہے، غذا ایک طرف تو بدن کی حرارت کو قائم رکھ کر زندگی کا شعلہ جلائے رکھنے کا باعث بنتی ہے اور دوسری طرف مختلف جسمانی حرکات وافعال کی وجہ سے بدن کی کم ہونے والی طاقت کو بحال رکھتی ہے، لہٰذا کھانے کے ایک ایک ذرہ اور لقمہ کی بہت زیادہ قدر کرنی چاہئے، اگر غذا کی اہمیت، اس کی حقیقت اور اس کے اصول وآداب کو سمجھ لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ بہت سے امراض اور بیماریوں سے حفاظت کی جاسکتی ہے، بلکہ دین ودنیا کی بہت سی خیر وبھلائی بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۞ ......اگر ایک مسلمان اس نیت سے حلال چیز کھائے پئے کہ اس کے ذریعہ طاقت وقوت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرے گا تو اس نیت سے کھانا پینا بھی عبادت میں شامل ہوجاتا ہے، اور اگر شہوت بڑھانے اور حرص وطمع پوری کرنے یا صرف لذت حاصل کرنے کی نیت ہو تو یہی کھانا گناہ میں شامل ہوجاتا ہے، لہٰذا کھانے پینے سے پہلے اپنی نیتوں کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ [1]

۞ ......کھانا ہمیشہ سچی بھوک لگنے پر کھایئے، بار بار کھانے اور صرف لذت اور چسکے کی خاطر فضول کھانے پینے سے پرہیز کیجئے، بھوک ایک سچی ہوتی ہے اور ایک جھوٹی، سچی بھوک لگنے پر ہی غذا کھانی چاہئے ضرورت اور ہوس میں فرق کرنا چاہئے، کھانے کی ضرورت سچی بھوک میں ہوتی ہے اور ہوس یا نری خواہش اس سے الگ چیز ہے، کھانے پینے کا ایک نظامُ الاوقات بنالیں تو بہت اچھا ہے۔

یہ پرانا اصول ہے کہ جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھائیں اور جب تھوڑی بھوک باقی رہے تو کھانا چھوڑ دیں

---

[1] وینوی بھان یتقوی بہ علی العبادة فیکون مطیعا ولایقصد بہ التلذذوالتنعم فا ن اللہ تعالیٰ ذم الکافرین باکلھم للتمتع والتنعم ...... فالمؤمن یاکل بلغة وقوتاً والکافر یا کل شھوتاً وحرصا وطلبااللذة (ردالمحتار ج۶ ص ۳۳۹ کتاب الحظر والاباحة) ۞ونیة تقوی الطاعة بلا نیة التلذذ المجرد (بریقۂ محمودیہ فی شرح طریقۂ محمدیہ ج۲ ص ۱۱۰، الصنف السادس فی آفات البطن) ۞وینوی باکلہ وشربہ التقوی علی التقویٰ وطاعة المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ (الاداب الشرعیہ، فصل فی آداب الاکل والشرب، لمحمد بن مفلح المقدسی)

IdaraGhufran

ایسا کرنے سے غذا اچھی طرح ہضم ہوتی اور جسم کو لگتی ہے، سینکڑوں بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے، اس کے برخلاف کرنے سے ہضم خراب ہوجاتا ہے اور کھائی ہوئی غذا نہ صرف بے کار ہوجاتی ہے، بلکہ کئی بیماریوں کا بھی سبب بنتی ہے، اگر چہ کھانا کھانے کا صحیح وقت وہ ہے جبکہ بھوک خوب لگی ہوئی ہو لیکن اس کے لئے اگر وقت مقرر کرلیا جائے اور اصول کے مطابق کھانا کھایا جائے تو مقررہ وقت پر ضرور بھوک لگ آتی ہے (ملاحظہ ہو: بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ ۴، دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۰، ۴۲ حکیم محمد سعید صاحب مرحوم، تحقیقات علاج بالغذا صفحہ ۱۳۳، ازافادات حکیم محمد صابر ملتانی مرحوم بتغیر) [1]

✪ ......کھانے پینے میں حلال اور پاکیزہ چیز کا انتخاب واہتمام کیجئے، حلال اور پاکیزہ چیز سے دل میں نورانیت اور حرام وناپاک چیز سے ظلمت وتاریکی پیدا ہوتی ہے۔

✪ ......کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت اور بہت ہی خیر وبرکت والا عمل ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو لینے میں ہے (ترمذی، ابوداؤد، شرح الطیبی)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا فقر وفاقہ کو دور کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے (فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر ج ۶ حرف الواو، بحوالہ معجم اوسط طبرانی)

ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر چہ پہلے سے ہاتھ صاف ہوں اور وضو، غسل وغیرہ کررکھا ہو تب بھی کھانا کھانے کے لئے مستقل ہاتھ دھونا سنت ہے، کیونکہ ہاتھ دھونے کا مقصد صرف ہاتھوں کی صفائی ہی نہیں بلکہ برکت حاصل کرنا اور فقر وفاقہ سے حفاظت بھی ہے (کذا فی فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۸۵)

البتہ اگر کسی ایسی جگہ کھانا کھا رہے ہوں جہاں ہاتھ دھونے کا مناسب انتظام نہ ہو یا آپ کے ہاتھ دھونے سے صاحبِ خانہ کو تکلیف وایذاء پہنچتی ہو تو ہاتھ دھونے میں زیادہ اصرار اور غلو کرنا بھی ٹھیک نہیں، کیونکہ ہاتھ دھونا سنت اور دوسرے کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے (والاصول مصرح فی کتب الفقہ)

✪ ......دونوں ہاتھ پہنچوں (یعنی گٹّوں) تک دھونا چاہئے، صرف ایک ہاتھ یا چند انگلیاں دھونے سے سنت ادا نہ ہوگی (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ اص ۱۴۰) [2]

---

[1] وحرام ......وهو مافوقه اى الشبع وهو اكل طعام غلب على ظنه انه افسد معدته وكذا فى الشرب قهستانى (درمختار)(وفى الشامية)قوله حرام لانه اضاعة للمال وامراض للنفس (ردالمحتار ج ۶ ص ۳۳۹)

[2] قال نجم الائمة البخارى وغيره غسل اليد الواحدة او اصابع اليدين لا يكفى لسنة غسل اليدين قبل الطعام لان المذكور غسل اليدين وذالک الى الرسغ كذا فى الغنية (هنديه ج۵ ص۳۳۷)

۞ ......کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر کپڑے وغیرہ سے صاف کرنا سنت نہیں اس لئے ہاتھ دھوکر صاف نہ کیجئے، البتہ ویسے ہی کسی طرح سکھالیں یا خودسوکھ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ [۱]

۞ ......کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی طرح کلی کرنا سنت تونہیں، لہٰذا اسے سنت نہیں سمجھنا چاہئے، البتہ منہ کی صفائی کے لئے سنت سمجھے بغیر کوئی کرنا چاہے تو حرج بھی نہیں، بلکہ طبی اعتبار سے مفید ہے، لیکن جنابت کی حالت میں کلی کئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے، اس لئے جس پر غسل واجب ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ کلی بھی کرلے، البتہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو کلی کیے بغیر کھانا پینا مکروہ بھی نہیں (غمز عیون المسائل، باب ماافترق فیہ الحیض والجنابۃ، کذافی ردالمحتار، وفتاویٰ رحیمیہ ج۱۰ص۱۴۱) [۲]

۞ ......مناسب ہے کہ ہاتھ دھونے میں کسی کی مدد حاصل نہ کی جائے بلکہ خود دھونے کی کوشش کی جائے، ہاں اگر کوئی مجبوری ہو یا دوسرے کی طرف سے ہاتھ دھلانے کی خواہش ہو تو دوسرے سے ہاتھ دھلوا لینے میں بھی حرج نہیں۔ [۳]

۞ ......کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر جوان اور بوڑھے مشترک ہوں تو جوانوں کو ہاتھ دھونے میں پہلے موقع دیا جائے اور اس کے بعد بوڑھوں کو اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس کے برعکس پہلے بوڑھوں کو ہاتھ دھونے کا موقع دیا جائے اور اس کے بعد جوانوں کو [۴]

۞ ......اگر کسی مجلس کا کوئی امیر وسربراہ ہو تو کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا آغاز اسی سے کرنا بہتر ہے [۵]

۞ ......میزبان کے لئے بہتر ہے کہ کھانا حاضر کرنے سے پہلے ہاتھ دھلانے کا بندوبست کردے [۶]

---

[۱] ولا یمسح یدہ قبل الطعام بالمندیل لیکون اثر الغسل باقیا وقت الاکل ویمسحها بعدہ لیزول اثر الطعام بالکلیة کذا فی خزانة المفتین (ھندیه ج۵ ص۳۳۷)

[۲] وھل غسل فمه للأکل سنة کغسل یدہ الجواب لالکن یکرہ للجنب قبله بخلاف الحائض ......(ردالمحتار ج۶ ص۳۴۰ کتاب الحظر والاباحة) اقول والعلة فی الحیض والنفاس سواء.م.ر.ن ۞ وفی الیتیمة سُئل والدی عن غسل الفم عند الاکل ھل ھو سنة کغسل الید فقال لا کذا فی التتار خانیة (ھندیه ج۵ ص۳۳۷)

[۳] وینبغی ان یصب الماء من الآ نیة علی یدہ بنفسه ولا یستعین بغیرہ (ھندیه ج۵ صفحه ۳۳۷)

[۴] وآداب غسل الایدی قبل الطعام ان یبداء بالشبان ثم بالشیوخ وبعد الطعام علی العکس کذا فی الظھیریة (ھندیه ج۵ ص ۳۳۷)

[۵] وکان القیاس ان یبدء بمن ھو فی آخر المجلس ویؤخر صاحب الصدر ولکن الناس قد استحسنوا بالبدایة لصاحب الصدر فان فعل ذالک فلا بأس به (ھندیه ج۵ ص ۳۴۵)

[۶] وینبغی لصاحب الضیافة ان لا یقدم الطعام مالم یقدم الماء لغسل الایدی (ھندیه ج۵ ص ۳۴۵)

۞......کھانا اطمینان اور سکون کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر اور دسترخوان لگا کر کھانا چاہئے، اور تکبر والے انداز سے بچنا چاہئے، حضور ﷺ کھانے کے لئے عاجزی وانکساری کی حالت میں بیٹھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ''میں ایک غلام وبندہ کی طرح کھاتا ہوں اور ایک غلام وبندہ کی طرح بیٹھتا ہوں (مسند ابویعلیٰ)

بہتر ہے کہ یا تو دوزانو بیٹھ کر کھائے (جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں) خواہ دونوں پاؤں کی ایڑیاں کسی ایک طرف نکال دے یا دونوں پاؤں کی پشت پر بیٹھ جائے، یا داہنا گھٹنا کھڑا کر دے اور بایاں بچھا لے، اور اکڑوں بیٹھ کر کھانا بھی بعض روایات سے ثابت ہے۔ [1]

۞......ٹیک لگا کر کھانا حضور ﷺ کو ناپسند تھا، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا (بخاری)............ٹیک لگانے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً یہ کہ دیوار یا تکیہ وغیرہ سے ٹیک لگا لی جائے یا یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کا دیوار، تکیہ وغیرہ سے سہارا لیا جائے یا یہ کہ ہاتھ کھڑا کر کے ہتھیلی وغیرہ سے سہارا لیا جائے، سنت کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے ہر صورت سے بچا جائے، بعض حضرات نے چوکڑی مار کر بیٹھنے کو بھی ٹیک لگا کر کھانے کے مفہوم میں شمار کیا ہے۔ [2]

---

[1] ودل الحديث على ان المرء ينبغى له ان يجلس على الطعام جلوسامتواضعا ويجتنب هيئة المتكبرين(تكمله فتح الملهم ج۴ص۴۷) ۞وذكر العلماء ان ادب الطعام ان يجلس الرجل جاثيا على ركبتيه وظهور قدميه او ينصب الرجل اليمنى ويجلس على اليسرى(تكمله فتح الملهم ج۴ص۴۸)۞واحسن الجلسات للأكل الاقعاء على الوركين ونصب الركبتين ثم الجثى على الركبتين وظهور القدمين ثم نصب الرجل اليمنى والجلوس على اليسرى (ردالمحتار ج۶ ص۷۵۶ كتاب الحظروالاباحة مسائل شتى قبيل كتاب الفرائض)۞ويبسط رجله اليسرٰى وينصب اليمنىٰ (ردالمحتار ج۶ ص۳۴۰ كتاب الحظروالاباحة)

[2] اختلف فى صفة الاتكاء فقيل ان يتمكن فى الجلوس للا كل علىٰ اى صفة كان وقيل ان يميل علىٰ احد شقيه وقيل ان يعتمد علىٰ يده اليسرىٰ من الارض والا ول المعتمد وهو شامل للقولين والحكمة فى تركه انه من فعل ملوك العجم والمتعظمين وانه ادعى الى كثرة الاكل (ردالمحتار ج۶ ص۷۵۶ كتاب الحظر والاباحة)☆وفسر الاكثرون الاتكاء بالميل علىٰ احد الجانبين ...... ونقل فى الشفاء عن المحققين انهم فسروه بالتمكن للاكل والقعود فى الجلوس كا لمتربع المعتمد علىٰ وطأ تحته لان هذه الهيئة تستدعى كثرة الاكل وتقتضى الكبر (مرقاة ج۸ ص۱۶۴ كتاب الاطعمة)☆وقد فسر الاتكاء بالتربع وفسر بالاتكاء على الشيئ وهو الاعتماد عليه وفسر بالاتكاء على الجنب والانواع الثلاثة من الاتكاء (زادالمعاد ص۸۷۰)☆اما الجلوس متربعا بدون اسناد الظهر الى ما خلفه او الميلين علىٰ احد الشقين فالظاهر انه جائز بدون كراهة لعدم ما يدل علىٰ كراهته واما ما ذكره الخطابى من ادخاله فى التكاء فلم ار عند غيره ولئن صح فانه يمكن ان يكون هذا من خصائص النبى ﷺ (تكملة فتح الملهم ج۴ص۴۸)

لیکن دوسرے حضرات نے اس سے اتفاق نہیں کیا، اس لئے اگر چوکڑی مار کر کھائے اور تکبر کی نیت نہ ہو تو بھی گناہ نہیں، تاہم چوکڑی مار کر بیٹھنے کی نشست کو سنت کے مطابق نہیں کہا جا سکتا، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس نشست پر بیٹھ کر کھانے سے پرہیز کیا جائے، اسی طرح آج کل نیچے گدی رکھ کر اس کے اوپر بیٹھ کر کھانے کا جو طریقہ ہے، یہ بھی مناسب نہیں۔

۞ ......بہتر یہ ہے کہ کھانے اور کھانے والے کی سطح برابر ہو، نہ کھانا بیٹھنے والے کی نشست سے اونچا ہو اور نہ ہی بیٹھنے والے کی نشست سے نیچا، حضور ﷺ کے عام معمول سے اسی طرح کھانا ثابت ہے۔

۞ ......میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا سنت کے مطابق اور اسلامی طریقہ نہیں، بلکہ غیروں کا ایجاد کردہ ہے جو اَب مسلمانوں میں بھی رواج پکڑنے لگا ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی میز (یعنی آدمی کی نشست سے اونچی چیز) پر کھانا تناول نہیں فرمایا (ترمذی)

میز کرسی پر کھانا کھانے کا طریقہ اسلامی تہذیب کے مطابق نہیں، اس لئے میز کرسی پر بیٹھ کر یا دستر خوان کے بجائے کسی اونچی چیز مثلاً چھٹے، تپائی، ٹیبل وغیرہ پر کھانا کھانے کی عادت نہیں بنانی چاہئے، البتہ اگر اتفاق سے میز کرسی پر کھانا کھا لیا جائے اور کافروں اور فاسقوں فاجروں کی نقالی اور تقلید پیشِ نظر نہ ہو یا کسی مجبوری کی وجہ سے کہیں میز کرسی پر یا سفر کے دوران جہاز، ریل، بس وغیرہ کی سیٹ پر کھانا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن ایسی صورت میں بھی بہتر ہے کہ کم از کم اپنے پاؤں کرسی کے اوپر رکھ لئے جائیں یا جوتے اتار دیئے جائیں تاکہ غیروں کے ساتھ مشابہت سے ایک درجہ میں امتیاز ہو جائے (دنیا کی حقیقت حصہ دوم ص ۱۸، از مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ) ۱

۞ ......بازار میں اور اسی طرح ایسے مقام پر جہاں سے عام لوگوں کا گزر اور سامنا ہو بلا ضرورت کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے، اگر کبھی گھر سے باہر ہوٹل وغیرہ میں کھانا پڑ جائے تو لوگوں کی نظروں سے دور اور پوشیدہ ہونے کی ممکنہ کوشش کرنی چاہئے۔ ۲ (جاری ہے............)

---

۱ قال التوربشتی الخوان الذی یؤکل علیه معرب والاکل علیه لم یزل من دأب المترفین وصنیع الجبارین لئلا یفتقروا الی التطاطؤ عند الأکل (مرقاة ج۸ ص ۱۸۴، کتاب الاطعمة)

۲ (ویکره الاکل فی السوق بمرأی الناس وفی الطریق) ولو قال بمرأی الناس بالعطف مکان لا یشمل لعله یشیر به الی علة الکراهة فی اکل السوق فلو وجدت العلة ای مرأی الناس فی غیر السوق یتحقق الحکم ای الکراهة اذ قد یعم الحکم بعموم العلة فافهم وجه الکراهة اما الاناء ة او تعلق نظر الفقراء فعلی هذا لو اکل وراء الحجاب لا یکره (بریقة محمودیه فی شرح طریقة محمدیه ج۲ ص ۱۰۲)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج (قسط ۱۱)

شیطان کا زور صرف وساوس تک

......عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جاءَ ہٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ اُحَدِثُ فِیْ نَفْسِیْ بِالشَّیْئِ اَنْ اَکُوْنَ صُمَمَۃً اَحبَّ اِلَیَّ منْ اَنْ اَتکَلَّمَ بِہٖ،قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ(ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور عرض کیا کہ میں اپنے دل میں ایسی باتیں محسوس کرتا ہو کہ میں ان باتوں کو زبان پر لانے سے زیادہ اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جل کر کوئلہ ہوجاؤں (اس کے جواب میں) آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ''

کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے شیطان کی شرارت کوصرف وسوسہ تک محدود کردیا(ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ شیطان کا بس اور اختیار صرف وسوسہ تک چلتا ہے،اس سے زیادہ نہیں،اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ شیطان کے مکر اور اس کی چال کو صرف وسوسہ تک محدود کردیا ہے،جب تک مومن بندہ اس وسوسہ کو قبول نہ کرے اور اس کو برا سمجھے اور اپنی توجہ اس سے ہٹالے تو وہ مؤمن بندہ کے لئے مضر اور نقصان دہ نہیں۔قیامت کے دن شیطان انسانوں کی گمراہی کے بارے میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہے گا:

''وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّآاَنْ دَعَوْتُکُمْ (سورہ ابراہیم آیت نمبر۲۲)

''اور میرا تم پر اور کچھ زور تو چلتا نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تم کو برائی کی طرف دعوت دی تھی''

اس آیت کے ضمن میں حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے واضح ہوا کہ شیطان کا بجز(سوائے) وسوسے کے اور کچھ زور نہیں (مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں ص ۲۸۵)

معلوم ہوا کہ شیطان انسان پر وسوسہ سے زیادہ اور کچھ نہیں کرسکتا۔

Idara Ghufran

وساوس دل کے باہر

وسوسہ کے معنیٰ ہیں ''شیطان کا اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف ایسے مخفی اور پوشیدہ کلام کے ذریعہ بلانا کہ اس کا مفہوم تو انسان کے دل میں آجائے مگر اس کی آواز سنائی نہ دے (معارف القرآن تغیرج ۸ص ۸۵۲)

لہٰذا جو وساوس دل میں آئیں اگرچہ یہ محسوس ہو کہ یہ میرے دل اور میرے ضمیر کی آواز ہے، تب بھی گھبرائے نہیں اور پریشان نہ ہو، بلکہ یہی سمجھے کہ یہ بکواس تو شیطان کررہا ہے، اس سے میرا کوئی نقصان نہیں، اگر کوئی نقصان ہے تو شیطان ہی کا ہے، ایسے وقت ان وساوس سے بے توجہی اختیار کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے۔ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال اور اس کا جواب جو حکیم الامت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا یہاں نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے:

سوال:...... یہ خاکسار حافظِ قرآن شریف ہے، معلوم نہیں میرے سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے کہ ہر وقت شانِ خدا ورسول میں دشنام (گالیاں) خفیہ طور سے نکلتی ہیں، دوسرا آدمی نہیں سنتا ہے، یہ کمترین اس کے دفع کے واسطے قرآن شریف واستغفار ودرود شریف، ذکر جہر وخفی کرتا رہتا ہے، پھر بھی یہ حالت ہے شانِ خدا ورسول میں دشنام نکلتی (گالیاں) رہتی ہیں اس واسطے عرض ہے کہ اس کے دفع کے واسطے کوئی ایسی تدبیر اللہ کے واسطے فرمائی جاوے تاکہ دارین میں میرے واسطے بہبودی ہوجاوے ورنہ میرے لئے بڑی خرابی ہے، فقط۔

الجواب:...... وہ دشنام (گالیاں) تم نہیں دیتے ہو بلکہ شیطان دیتا ہے جس کو تمہارا قلب (دل) سنتا ہے پس اس کا گناہ اسی شیطان کو ہوگا، تم کو کچھ اندیشہ نہ ہونا چاہیئے، اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی بدون (بغیر) تمہارے اختیار کے تمہارے کان سے...... منہ لگا کر بُری بُری باتیں بکنے لگے، اور تمہارے ہٹانے سے نہ ہٹے، تو تم کو کیا گناہ ہوگا؟ بالکل بے فکر رہو، ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ہوتا، اور جب بے فکر ہوجاؤ گے، تو یہ وسوسے خود رفع ہوجاویں گے، اور فکر سے اور سوچ سے پریشانی بڑھے گی، اس کا یہی علاج ہے کہ کچھ پروا اور اس کا کچھ خیال نہ کرو، فقط (امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۱۴۰)

معلوم ہوا کہ جو وساوس بُرے خیالات اور گندی سوچیں آتی ہیں وہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں، لہٰذا ان سے بے توجہی اور لاپرواہی اختیار کرنی چاہیئے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسِیحُ الاُمَّت (قسط ۱۴)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (.................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱۹) (مؤرخہ ۱۲/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بندہ مع اہل وعیال بخیریت ہے۔

ارشاد: دل مسرور ہوا۔

عرض: ایک عریضہ چندروز قبل روانہ کر چکا ہوں۔

ارشاد: جواب دیا گیا۔

عرض: گذشتہ شب تہجد سے قبل بندہ کو بحمد اللہ سرور کائنات سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔

ارشاد: صد مبارک۔

عرض: اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

ارشاد: بیحد سرور۔

عرض: ایک مقام ہے جہاں چہار طرف رونق اور چہل پہل ہے صلحاء اور نیک لوگوں کا مجمع ہے یہ کہا جارہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو کر دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے حاضر ہورہے ہیں بندہ بھی مواجہہ شریف میں حاضری دیتا ہے روئے مبارک کا بصد

شوق وادب لذتِ دیدار سے مشرف ہوتا ہے حضور کی شبیہ مبارک ہنوز آنکھوں میں محفوظ ہے یہ بھی خوب یاد ہے کہ حضور کی نظرِ کرم بندہ پر بہ لطفِ کرم وعنایت پڑی ہے پھر ارشاد فرمایا ''تو مدینہ آ، ہم تجھے ملازمت دینگے'' یہ دو فقرے اردو زبان میں فرمائے حضرت اس خواب کی تعبیر سے مستفید فرمائیں۔

ارشاد: بندہ کو تعبیر سے کوئی خاص مناسبت نہیں۔

عرض: کیا خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجبُ العمل ہے؟ ملازمت سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: تعبیر خواب کی اس کے لئے موضوع ہے جس کو خواب کی صورت اور اس کے معانی سے مناسبت ہوتی ہے، جیسے کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہی لباس میں تشریف لانا دیکھا اس کی تعبیر اور ہے اور سادہ لباس میں دیکھنا تعبیر اور ہے جیسے خواب میں اپنی ماں کے ساتھ مباشرت میں دیکھنا یہ صورت بدنما اور ہے اور معانی حقیقت اور ہے، ہوسکتا ہے مدینہ تجلی جمال میں آنا اور ملازمت مراد التزام تقویٰ باتباعِ سنت۔

عرض: قطع نظر اس خواب کے بندہ کا پہلے سے یہ قصد بھی تھا کہ امسال ماہِ ربیع الاول یا ربیع الثانی میں عمرہ اور زیارت کے سفر پر جائے آج کل حج کے ایام ہیں لہٰذا فوری سفر ممکن نہیں حکومت کی طرف سے پابندیاں ہیں۔

ارشاد: بسہولت حالات مقتضیاتِ سفر ہوں نیت ادا فرمالی جائے۔

عرض: یہ بھی ممکن ہے کہ خواب میں جو شکل دیکھی ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے چہرۂ انور کی نہ ہو بلکہ ایک لطیفہ غیبی بشکل مانوس نظر آیا ہو، کیونکہ سیرت کی کتابوں میں جو حلیہ مبارک پڑھا ہے بعینہٖ وہ شکل نہیں تھی۔

ارشاد: اس وہم سے خالیُ الذھن۔

عرض: بہرحال اول تو ہم جیسوں کا خواب ہی کیا، پھر اس میں اپنے اختیار کو دخل نہیں، لہٰذا موجبِ ثواب نہیں ہے، امرِ غیر اختیاری ہے اگر منام مبشرات سے تعبیر کیا جائے تو اپنے اکابر کے فیض وتوجہ کی برکت ہے۔

ارشاد: بفضلہٖ تعالیٰ۔

(بقیہ صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

Iqra Ghufran

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبہ کرام پر شفقت اور غصہ میں اعتدال

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

✪ جب تک شفقت نہ ہو، پرورش (اور تربیت) کا خیال نہ ہو، کوئی اور طریقہ اور کوئی تدبیر مطیع (وفرمانبردار) بنانے کی نہیں (انفاسِ عیسیٰ ص ۶۴۷) ✪ غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے قبائح (بُرے پہلو) پیشِ نظر نہیں رہ جاتے، تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ کا روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے، اور جب اس کو جاری کیا گیا ہے تو ہمیشہ اس کا انجام برا ہوا ہے اور دل کو قلق (افسوس) بھی ہوا ہے، غصہ جب آئے تو یہ یاد رکھے کہ کسی قول یا فعل میں ہرگز تعجیل (جلدی) نہ کرے، تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے سے تعدیل ہو جائے گی (ایضا ۲۰۰)

✪ غصہ کو جہاں تک ہو سکے روکو، غصہ کی حالت میں حواس درست نہیں رہتے، اس وقت مقدمہ (اور کوئی) فیصلہ نہیں کرنا چاہئے (تعلیم الدین ۴۱) ✪ افراط فی الشفقت (شفقت کی زیادتی) مضر ہے، کیونکہ جتنی شفقت ہوگی، اتنی ہی اس کی بے تمیزیوں (کا اضافہ ہوگا اور اس) سے زیادہ ایذا ہوگی، اور بات بات میں رنج ہوگا، یہ تو معلوم ہو گیا کہ افراط فی الشفقہ مضر اور مکروہ ہے، اس لئے جو چیز افراط فی الشفقہ کا سبب بنے وہ بھی مضر اور واجبُ الترک ہوگی (اشرف المعمولات ص ۳۷)

توضیح: طلبۂ کرام کو مطیع وفرمانبردار بنانے کی اصل تدبیر اور اصل طریقہ یہ ہے کہ ان پر شفقت ہو اور ان کی پرورش وتربیت کا لحاظ ہو، یہ تدبیر چھوڑ کر لاکھ تدبیریں کر لی جائیں، طلبہ میں فرمانبرداری پیدا ہونا مشکل ہے، ظاہری دباؤ یا ظاہری خوف کا نام فرمانبرداری نہیں، بلکہ فرمانبرداری اور اطاعت اس کا نام ہے کہ ظاہر سے بھی مطیع وفرمانبردار ہو اور اندر سے بھی، سامنے بھی مطیع ہو اور پیٹھ پیچھے بھی، احادیث سے بھی یہی بات معلوم ومفہوم ہوتی ہے۔ احادیث میں چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا اکرام نہ کرنے والوں کو حضور ﷺ نے اپنے طریقہ سے ہٹا ہوا فرمایا ہے:

"لَيۡسَ مِنَّامَنۡ لَّمۡ يَرۡحَمۡ صَغِيۡرَنَاوَلَمۡ يُوَقِّرۡ كَبِيۡرَنَا" (ترمذی، باب ماجاء فی رحمة الصبيان)

یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''رحمتِ صبیان'' کا باب قائم فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ بچوں پر رحمت وشفقت شریعت کا ایک مستقل باب ہے۔ مذکورہ حدیث میں چھوٹوں پر شفقت کو بڑوں کے احترام پر مقدم کر کے بیان کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتداء بڑوں کی طرف سے چھوٹوں پر شفقت کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ چھوٹوں کی طرف سے بڑوں کا احترام کرنے سے، جس کی ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بڑوں کی طرف سے چھوٹوں پر شفقت کرنے کے نتیجہ میں چھوٹوں کی طرف سے بڑوں کا احترام پیدا ہوتا ہے، اور چھوٹوں پر شفقت بڑوں کے احترام کا سبب بنتی ہے۔ اساتذۂ کرام (عمر یا علم کے لحاظ سے) بڑے اور طلبۂ کرام (عمر یا علم کے لحاظ سے) چھوٹے ہیں، جب اساتذۂ کرام کی طرف سے طلبۂ کرام پر شفقت کا ظہور ہوگا تو اس کی وجہ سے طلبۂ کرام کے دلوں میں اساتذۂ کرام کا احترام ہوگا اور پھر اس احترام کا اثر اطاعت وفرمانبرداری کی شکل میں ظاہر ہوگا، کیونکہ احترام کی وجہ سے اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، لیکن شفقت کے بارے میں یہ بھی اصول ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ حد سے زیادہ نہ بڑھنے پائے، بلکہ اعتدال پر رہے، شفقت اگر حد سے تجاوز کر جائے اور اس میں زیادتی ہو جائے تو پھر یہی چیز طلبہ کے بگاڑ وفساد اور ان کی سرکشی کا سبب بن جائے گی جو کہ اطاعت وفرمانبرداری کی بالکل ضد ہے، شفقت اعتدال اور اپنی حد پر ہو تو اطاعت وفرمانبرداری کا سبب ہے اور اعتدال سے آگے بڑھ جائے تو سرکشی اور نافرمانی کا سبب، اور پھر یہ سرکشی ونافرمانی بڑوں کی ایذاء اور رنج کا سبب۔ اور جب ایذاء ورنج پہنچتا ہے تو غصہ پیدا ہوتا ہے اور غصہ کے نتیجے میں شفقت بھی جاتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جو اساتذہ اور بڑے، چھوٹوں اور طلبہ پر پہلے حد سے زیادہ شفقت کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں چھوٹوں میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جس سے بڑوں کو تکلیف ورنج ہوتا ہے اور پھر غصہ کی طرف انتقال ہوتا ہے۔ اس لئے طلبہ پر شفقت اعتدال کے ساتھ ہونی چاہئے، تا کہ سرکشی اور بے تمیزی کی نوبت نہ آئے اور فرمانبرداری کا جذبہ برقرار رہے۔ آخر میں ایک اہم ہدایت یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں سزا نافذ نہ کی جائے، جب غصہ آئے تو ضبط سے کام لیا جائے، غصہ کے ردِ عمل میں جلد بازی سے کام نہ لے، چند دن ایسا کرنے سے طبیعت میں اعتدال اور ٹھہراؤ پیدا ہو جائے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے غصہ کے نقصانات سے بھی حفاظت رہے گی اور شفقت کی زیادتی کے نقصانات سے بھی اور اس طرح سارے کام ٹھیک چلتے رہیں گے، ایک طرف طلبہ کی اچھی تعلیم وتربیت ہوگی اور دوسری طرف اساتذہ کے لئے رنج وایذاء سے حفاظت ہو کر راحت وسکون کا انتظام ہوگا۔

علم کے مینار مولوی طارق محمود

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

❖ ''امامُ القراءۃ'' امام عاصم کوفی رحمہ اللہ

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثتِ نبوی ﷺ کے کچھ مقاصد ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے وظائف ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) قرآن پاک کی تلاوت (۲) قرآن پاک کی تعلیم وتشریح (۳) اپنی تعلیمات کو روبہ عمل لانے کے لئے لوگوں کی عملی تربیت (۴) دینی رہنمائی پر مبنی حکمت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْبَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔

جس طرح قرآن مجید کے علوم امت تک پہنچانا حضور ﷺ کی رسالت کا حصہ تھا، اسی طرح قرآن مجید خود تلاوت کر کے اس کے آداب وطریقوں سے لوگوں کو روشناس کرانا بھی حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کے مقاصد میں سے تھا، اور اسی وجہ سے قرآن مجید نام الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا ہے، اس میں بھی اصل الفاظ ہیں۔

گویا کہ ایک طرف قرآن مجید کے معانی اور اس کے مطلب کو اہمیت حاصل ہے تو دوسری طرف قرآن مجید کے الفاظ کو بھی اتنی ہی بلکہ اس سے بڑھ کر اہمیت وعظمت حاصل ہے، کیونکہ معانی پر جو قرآن مجید کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ بھی قرآن مجید کے الفاظ کی وجہ سے ہی کیا جاتا ہے، اور قرآن کے معنیٰ بھی ''پڑھی جانے والی چیز'' کے آتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ پڑھے الفاظ جاتے ہیں نہ کہ معانی کیونکہ معانی کا تعلق تو سمجھنے سے ہے نہ کہ صرف پڑھ لینے سے، اور قرآن مجید کے الفاظ کو بغیر وضو چھونے اور حالتِ جنابت میں تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ قرآن مجید کے معنیٰ اور تفسیر کو۔

جس طرح حضور ﷺ کے دور سے لے کر اب تک قرآن مجید کے معانی اور تفسیر کے لئے امت کے ایک

بہت بڑے طبقے نے بے شمار خدمات انجام دیں، بے شمار تفسیریں لکھی گئیں، لاتعداد کتب وجود میں آئیں، اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت اوراس کی خدمت کو بھی ہر دور میں سعادتِ دارین سمجھا جاتا رہا، اوراس سلسلے میں دوطرح سے قرآن مجید کی خدمت کی گئی، ایک قرآن مجید کو حفظ کرنے کی، دوسرے قرآن مجید کی تلاوت وقراءۃ کی حدود کی تعیین اوراس کو اصولوں کے مطابق پڑھنے کی۔

حفظِ قرآن کے معاملہ میں جس طرح ہر زمانہ اور ہر وقت حفاظِ کرام کی تعداد اتنی زیادہ رہی کہ اس کا شمار ممکن نہیں، اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ اور رسم الخط کو اجتہاد اور رائے سے بالاتر قرار دے کر اس کا التزام کیا گیا کہ حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق کاتبانِ وحی نے جس انداز سے کلمہ اور لفظ کو لکھا اس کو ہمیشہ اسی کے مطابق لکھا جائے، اوراس طریقۂ تلاوت پر دھیان دینے کے نتیجے میں مستقل تین علم وجود میں آ گئے:

﴿۱﴾......**علمِ تجوید:** جس میں حروف کے مخارج اور صفات کے متعلق بحث کی گئی ہے، اوراس علم کا موضوع حروفِ تہجی ہے۔

﴿۲﴾......**علم الاوقاف:** اس کا موضوع حروف اور کلماتِ قرآنی ہیں، اوراس علم میں اس چیز کو متعین کیا گیا ہے کہ کہاں اور کیسے تلاوت کرتے ہوئے ٹھہرا جائے، اور کہاں سے ابتداء اور کس جگہ انتہاء ہو، اوراس علم میں سنت سے مروی ''محلِ اوقاف'' کو محفوظ کیا گیا۔

﴿۳﴾......**علمِ قراءت:** اس کا موضوع بھی کلماتِ قرآنی ہی ہیں، لیکن اس میں جدوجہد کا محور یہ رہا کہ حضور ﷺ کے دور میں حجاز کے علاقے میں جہاں فصیح وبلیغ قبائل موجود تھے، ان قبائل کی زبان میں جزوی فرق کی وجہ سے کِن کِن کلماتِ قرآنی کو کس کس طرح پڑھا گیا، اور حضور ﷺ نے کس کس فرق کو قرآن مجید کی حدود کے دائرے میں شمار کرتے ہوئے اس کو بطورِ قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی۔

چونکہ عرب میں فصیح وبلیغ عربی زبان مندرجہ ذیل سات قبائل کی مشہور ومعروف تھی، قریش، ہذیل، ثقیف، ہوازن، کنانہ، تمیم، یمن (غیث النفع بحوالہ قاموس) اوران قبائل کی زبان میں جزوی فرق بھی تھا، اوراسی جزوی فرق کی وجہ سے بعض کلماتِ قرآنی کے پڑھنے میں بھی فرق ہوا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس اختلاف کی نوعیت نے اصولی اور فنی مقام حاصل کرلیا، جس طرح حدیث وفقہ میں اختلافات کو ائمہ کرام نے اصولی طور پر محفوظ کیا، اسی طرح قراءت کے فن میں بھی امانت ودیانت کی مجسم شخصیتوں نے جانیں کھپا کر ان اختلافات کو اصولی طور پر محفوظ کیا، اس فن کی خدمت کرنے

والوں میں سے زیادہ شہرت اللہ تعالیٰ نے ان سات ائمہ کرام کو دی۔

(۱) امام نافع مدنی (۲) امام ابنِ کثیر مکی (۳) امام ابوعمرو بن العلاء بصری (۴) امام ابنِ عامر شامی (۵) امام عاصم کوفی (۶) امام حمزہ زیات کوفی (۷) امام ابوالحسن علی کسائی رحمہم اللہ، اور اس وقت ان سات حضرات کی قراءت کے مطابق دنیا بھر میں تلاوت کی جاتی ہے۔

ان سات قراء میں امام عاصم کوفی رحمہ اللہ ہی کی علمی شخصیت کو اس وقت بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ ان ہی کی قراءت ان کے مایۂ ناز شاگرد امام حفص رحمہ اللہ کے واسطے سے اس وقت دنیائے اسلام میں عام طور پر رائج ہے۔

امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کا پورا نام عاصم بن ابی النجود اسدی ہے، آپ بنوخزیمہ کے آزاد کردہ غلام تھے، قبیلۂ اسد سے آپ کا تعلق تھا، اسی لئے اسدی کہلاتے ہیں۔

امام عاصم رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی ہیں، اور بڑے بڑے صحابۂ کرام مثلاً حضرت علیؓ، حضرت اُبیؓ بن کعب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت زیدؓ بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی آپ نے قرآن مجید پڑھا، اور ان صحابۂ کرام نے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، اس طرح آپ کی قرأت ایک ہی واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، لیکن زیادہ تر استفادہ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب بن ربیع سلمی (جو کہ نابینا تھے) اور ابومریم زر بن حبیش اسدی اور ابوعمر بن الیاس شیبانی رحمہم اللہ سے کیا، ان تینوں حضرات کا تعلق کوفہ سے تھا، اور ان تینوں حضرات نے قرآن مجید حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے اور ان صحابۂ کرام نے قرآن مجید جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔

امام عاصم رحمہ اللہ بڑے فصیح، متقی، اور خوش آواز تھے، اس کے علاوہ قرآن، حدیث، فقہ، نحو، لغت اور علمِ قراءت کے امام بھی تھے، قرآن مجید نہایت عمدہ آواز سے پڑھتے تھے، بہت عبادت گذار تھے، اکثر نماز میں مشغول رہتے تھے، جمعہ کے دن عصر کی نماز تک جامع مسجد میں رہتے تھے، آپ پچاس سال تک کوفہ کی مسندِ قراءت پر متمکن رہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "امام عاصم نیک اور ثقہ شخص ہیں"، علمِ حدیث میں محدثین کی ایک بڑی جماعت نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، مسلمہ بن عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "عاصم بڑے ادیب، فصیح اور خوبصورت آواز والے تھے" علامہ عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "امام عاصم رئیس القراء اور ثقہ تھے" ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ اکثر فرماتے تھے "میں نے عاصم سے بہتر قاری اور عاصم سے زیادہ قرآن کا عالم کوئی نہیں دیکھا"

Iqra Ghufran

امام ابو بکر بن مجاہد رحمہ اللہ نے امام عاصم رحمہ اللہ کو ائمہ سبعہ کی ترتیب میں پانچویں نمبر پر رکھا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام ابنِ عامر شامی رحمہ اللہ کی طرح آپ بھی بڑے تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور اپنے اساتذہ اور شیوخ کے لحاظ سے ابنِ عامر شامی رحمہ اللہ کے بعد آپ سب سے مقدم ہیں۔

امام عاصم رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد اور راوی ابوبکر شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں امام عاصم رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ان پر بے ہوشی طاری تھی، تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا، تو وہ یہ آیت بار بار پڑھتے رہے ''ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقُّ'' گویا کہ محراب میں قرآن سنا رہے ہوں''

امام عاصم رحمہ اللہ کی عظمتِ شان کا اندازہ لگانے کے لئے یہ بات بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی کہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والوں میں امت کی سربرآوردہ اور منصبِ امامت پر فائز شخصیات بھی صفِ اول میں نظر آتی ہیں مثلاً امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ آپ سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں، اور آپ کے ایک ممتاز راوی امام ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ فنِ حدیث کے بھی بحر بیکراں تھے، اور آپ کے دوسرے راوی حفص جن کی روایت پر آج علی العموم پوری دنیائے اسلام میں قرآن پڑھا جاتا ہے، وہ بھی حدیث میں ایک مقام رکھتے تھے، امام حفص رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ کپڑے کی تجارت میں بھی شریک تھے، قراءت، حدیث اور فقہ کے ایسے ایسے سربرآوردہ امام اور باکمال ہستیوں کا کوفہ کے دبستان سے اٹھنا قرونِ اولیٰ میں کوفہ کے علم و ہدایت کی مرکزیت پر بہت بڑی سند بھی ہے۔

امام عاصم رحمہ اللہ کی وفات خلیفہ مروان ثانی کے دورِ حکومت کے آخر میں ۱۲۷ھ میں کوفہ یا ساماوا (جو کہ شام اور عراق کے درمیان فرات کے نواح میں ایک گاؤں ہے) میں ہوئی۔

آپ سے روایت کرنے والے شاگرد بے شمار ہیں، لیکن ان سب میں فنِ قراءت میں دو راوی امام ابوبکر شعبہ بن عیاش اور امام حفص رحمہ اللہ زیادہ مشہور ہوئے، جن کے مختصر حالات مندرجہ ذیل ہیں۔

﴿۱﴾...... امام ابوبکر شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ

امام شعبہ رحمہ اللہ بہت بڑے امام اور حافظ الحدیث تھے، آپ کی ولادت ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ہوئی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''کہ شعبہ سچے، ثقہ، نیک، صاحبِ قرآن اور صاحبِ سنت تھے'' عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''میں نے آپ سے زیادہ کسی کو سنت پر عمل کرنے والا نہیں دیکھا'' احمسی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں ”میں نے آپ سے بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا“ علومِ حدیث میں امام شعبہ کا جو مقام ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

امام عاصم رحمہ اللہ سے تین مرتبہ قرآن مجید پڑھا، اور پہلی مرتبہ پانچ پانچ آیتیں پڑھ کر تین سال میں قرآن مجید ختم کیا، سخت گرمی اور بارش میں بھی سبق کا ناغہ نہیں کرتے تھے، بسا اوقات پانی میں سے گزر کر جانا پڑتا تھا، یہاں تک کہ پانی کمر سے اوپر تک آجاتا تھا۔

آپ ستر سال تک عبادت میں مصروف رہے، ان میں چالیس سال اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال آپ کے لئے آرام کرنے کے لئے باقاعدہ بستر نہیں بچھایا گیا، اور اس عرصہ میں رات کو زمین سے پیٹھ نہیں لگائی، چوبیس ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا، خود شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”میں نے کبھی کوئی کام خلافِ شریعت نہیں کیا، تیس سال سے روزانہ ایک قرآن ختم کرتا ہوں“

شعبہ رحمہ اللہ کی وفات کے وقت آپ کی ہمشیرہ رونے لگیں، تو فرمایا ”روتی کیوں ہو، مکان کے اس حصہ کی طرف دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے اور اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا بیٹا! اس حصے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا“

۱۹۳ھ میں ۹۸ یا ۹۹ سال کی عمر میں کوفہ کے مقام پر وفات ہوئی۔

﴿۲﴾......امام حفص رحمہ اللہ

امام حفص رحمہ اللہ امام عاصم رحمہ اللہ کے متبنیٰ (لے پالک) تھے، آپ کی پیدائش ۹۰ھ میں ہوئی۔

امام ابوبکر خطیب فرماتے ہیں ”متقدمینِ قراءت کے بارے میں امام حفص رحمہ اللہ کو ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ سے افضل اور حافظے کے اعتبار سے زیادہ مضبوط سمجھتے تھے، اور آپ نے جو قراءت امام عاصم سے پڑھی ہے، اس کے بارے میں آپ کو اچھا ضبط کرنے والا اور اچھا حفظ کرنے والا کہتے تھے“

گو کہ مکہ اور مدینہ والوں کی قراءت قریشی ہونے کی وجہ سے زیادہ امتیاز رکھتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی قراءت کو بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی، صدیوں سے مدارس اور مکاتب میں امام حفص رحمہ اللہ کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے، اور ایک ہزار حفاظ میں سے نوسو ننانوے کو یہی روایت یاد ہے، اور ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جس کو یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہو ”ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ“

۹۰ سال کی عمر میں ۱۸۰ ہجری میں کوفہ کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

تذکرۂ اولیاء مولوی طارق محمود

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط ۳)

غزنی سے لاہور:

حضرت خواجہ کا اپنے مرشد شیخ ہارونی سے رخصت ہونے سے لے کر طویل سیاحت کرنے اور پھر غزنی سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچنے کا زمانہ ۵۸۲ھ تا ۵۸۶ھ یا ۵۸۷ھ بنتا ہے، ۵۸۷ھ کے اوائل میں آپ لاہور پہنچے، یہاں کے قیام کے دوران آپ نے شیخ علی ہجویری علیہ الرحمہ کے مزار کے متصل ایک حجرہ میں ذکر وعبادت کا چلہ کاٹا، پھر یہاں سے اجمیر کو عازم سفر ہوئے، حضرت ہجویری کے مزار کے پاس خواجہ کی چلہ کشی کی طرف اقبال مرحوم نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے، ؎

سیدِ ہجویر مخدومِ امم مرقدِ او پیر سنجر را حرم

اجمیر میں حضرت خواجہ کی آمد:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵۸۷ھ/ ۱۱۹۱ء میں اجمیر تشریف لائے یہاں حضرت خواجہ اپنے چالیس درویش صفت اللہ والے ساتھیوں کے ساتھ پہنچے تھے اللہ والوں کی یہ بابرکت جماعت شہر سے باہر اُس میدان میں تشریف فرما ہوئی جہاں پرتھوی راج کے اونٹ بیٹھا کرتے تھے۔ راجہ کے ملازموں نے خواجہ کو وہاں سے منتقل ہونے پر مجبور کردیا۔ [۱]

آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے اُٹھ کر اناساگر نامی مشہور خوبصورت وبارونق جھیل [۲] کے کنارے آکر فروکش ہوئے۔

---

[۱] یہاں حضرت کی بفضلِ رب یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ راجہ کے اونٹ شام کو جب اس میدان میں بیٹھے تو زمین سے چپک گئے، صبح لاکھ جتن کئے لیکن نہ اٹھ سکے، آخر حضرت خواجہ کے پاس ملازم آکر معافی کے خواستگار ہوئے اور پھر حضرت خواجہ کی دعاء سے اونٹ اٹھنے کے قابل ہوئے۔

[۲] یہ تالاب راجہ اناد یونے بنوایا تھا اس کے چاروں طرف بڑے بڑے مندر تھے جن میں سے ایک بہت بڑا مندر اسی راجہ کے خاندان کی پوجا پاٹ اور رام شیام کے لئے مخصوص تھا، ان مندروں کی وجہ سے یہ تالاب بھی بُت پرستوں کی نظر میں مقدس ومتبرک تھا۔

اس طرح بُت پرستی کے اس خاص مرکز کو حضرت خواجہ نے مرکزِ ہدایت بنانے کا عزمِ مصمّم فرمالیا۔ اصل تصوّف کا ایک رُخ یہ ہے جو حضرت خواجہ اور دیگر پیرانِ طریق کی سوانح سے واضح ہوتا ہے یہی اس کا اصلی روپ اور رُخِ زیبا ہے کہ اولوالعزم مشائخ نے طریقت اور سلوک کے معمولات ومجاہدات سے گزر کر اہل طریقت سے نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت حاصل کر کے اپنے آپ کو رشد وہدایت کا مجسم نمونہ بنا کر دنیا کے اطراف واکناف تک دینِ محمدی کا پیغام پہنچایا اور اپنی مثالی زندگی اور اُجلی سیرت سے قوموں کی قوموں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔ یا پھر آج تصوف کے نام پر بہت سے مبتدعین اور بندگانِ ہویٰ وہوس کے دھندے ہیں، جنہوں نے تصوف کے ظاہری نقشے میں رہبانیت کا رنگ بھرا اور پسِ منظر میں نفسانیت کا جادو جگایا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے انہیں نام نہاد اہلِ تصوف کی رنگین قباء یوں کھینچی ہے۔ ؎

ہوئے نکونام جو قبروں کی تجارت کر کے — کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں صنم پتھر کے

اناساگر میں حضرت خواجہ کے قیام کا نقشہ ایک صاحبِ دل شاعر نے یوں کھینچا ہے۔ ؎

خیمہ زن ہند میں تھے یوں شہِ بے مثل وعدیل — ملکِ نمرود میں جیسے کبھی مہمان تھے خلیل

اناساگر سے اُٹھا نعرۂ تکبیر کا شور — اناساگر سے بڑھا ہند میں تبلیغ کا زور

اناساگر پہ بچھی مسندِ درس و ارشاد — بن گیا ہند میں اجمیر ہدایت آباد

حضرت خواجہ کا اجمیر میں ورود کا زمانہ تراوڑی [1] کی پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان کا زمانہ ہے، تراوڑی کی ان دونوں جنگوں کے درمیان ایک سال کا وقفہ ہے، آگے جو واقعات ذکر ہوتے ہیں وہ اسی عرصہ میں پیش آئے، یہ دونوں جنگیں سلطان شہاب الدین غوری اور اجمیر ودہلی کے راجہ پرتھوی راج کے درمیان لڑی گئیں جو اس وقت ہند کے تمام راجوں سے بڑا اور باجبروت راجہ تھا۔

تراوڑی کی پہلی جنگ میں ایک اتفاقیہ واقعہ کے نتیجہ میں سلطان شہاب الدین غوری کے اسلامی لشکر کو شکست ہوئی اور کھنڈے راؤ حاکمِ دہلی جو پرتھوی راج کا بھائی تھا اس کے ایک کاری وار سے سلطان شہاب الدین شدید زخمی ہوئے، اس پہلی جنگ میں اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار اور پرتھوی راج کا لشکر دو لاکھ افراد پر مشتمل تھا اور تین ہزار جنگی ہاتھی بھی اس کے ساتھ تھے، سلطان کو ناگہاں یہ مقابلہ پیش آیا، دشمن کو سر پر دیکھ کر سلطان کی اسلامی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ بغیر لڑے پیچھے ہٹ جائے جو ایک طرح کی

---

[1] تراوڑی کو ترائن بھی کہا جاتا ہے، یہ تھانیسر سے چودہ میل کے فاصلہ پر میدان تھا۔

شکست خوردگی تھی۔ اس فتح وشکست نے دونوں فرمانرواؤں پر دو متضاد اثر ڈالے۔
پرتھوی راج تو فتح کے نشے میں چور ہو کر تکبر وسرکشی میں آپے سے باہر ہوتا چلا گیا چنانچہ حضرت خواجہ سے چھیڑ چھاڑ اُس کی اسی سرکشی کی آئینہ دار تھی اور دوسری طرف سلطان شہاب الدین نے اس شکست کو اسلام کے دامن پر بدنما داغ سمجھ کر اس کو دھونے کے لئے اپنا راحت وآرام اور اطمینان وسکون سب کچھ قربان کر دیا، سلطان نے خلوت کدہ میں جانا اور نیا لباس پہننا بھی ترک کر دیا، روکھی سوکھی روٹی کھا کر دن رات میں تھوڑی دیر خاک پر لیٹ رہتا اور دوسری بڑی جنگ کی تیاری میں پوری طرح مگن رہتا، سلطان نے اُن سرداروں اور افسروں پر سزائیں اور تعزیرات بھی جاری کیں جنھوں نے دشمن کی کثرت اور طاقت سے مرعوب ہو کر میدان سے منہ موڑا تھا۔ تراوڑی کی دوسری جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، یہ دوسری جنگ محرم ۵۸۸ھ میں غوری اور پرتھوی کے درمیان اسلام اور کفر کی بنیاد پر لڑی گئی، اس جنگ میں کھانڈے راؤ سمیت بڑے بڑے نامی گرامی راجے، مہاراجے کام آئے، جو پرتھوی کی مدد کے لئے اپنے اپنے لشکر لے کر شریکِ جنگ ہوئے [۱] تھے۔
خود پرتھوی بھی بھاگتے ہوئے دریائے سرسوتی کے کنارے پکڑا گیا اور مارا گیا اور یوں خواجہ کی یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی، ''پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم [۲]''
کہ ''پتھورا کو بحکمِ الٰہی ہم نے زندہ گرفتار کر کے حوالے کر دیا''۔
تراوڑی کی دوسری جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کے نتیجے میں ہندوستان اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا اور مسلمانوں کے زیرِ نگین ہو گیا، سلطان غوری نے قطب الدین ایبک کو یہاں اپنا نائب مقرر کر کے واپس غزنی کی راہ لی۔

اجمیر میں معرکۂ کلیم وفرعون:

پیچھے بیان ہو چکا کہ اجمیر میں حضرت خواجہ کے نزولِ اجلال پر اجمیر کا فرعون پرتھوی راج کس قدر سیخ پا ہو کر غیض وعداوت میں جل بھن رہا تھا اور خود مقامی ہندوؤں کو بھی آپ کا اجمیر میں قیام ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا

---

[۱] اس دوسری جنگ میں پرتھوی کی دعوت پر اس کی مدد کے لئے ہندوستان بھر سے قریب ڈیڑھ سو راجے اپنے اپنے دستے اور جتھے لے کر آئے تھے جبکہ تراوڑی کی پہلی جنگ میں ۷۰ راجے پرتھوی کی معاونت کے لئے شریک جنگ ہوئے تھے۔
[۲] بعض سوانح نگاروں نے یہ الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں ''ما او را بیرون کردیم و دادیم''

اس وقت اجمیر کا سب سے بڑا جوگی (مہنت) رام دیو نامی ایک قوی ہیکل شخص تھا جو بے شمار سفلی قوتوں پر دسترس رکھتا تھا، سارا اجمیر بشمول راجہ کے اس مہنت کا معتقد اور اس کے گُن گاتا تھا، راجہ کا پیغام رام دیو کے پاس پہنچا کہ اپنی تسخیری قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان مسلمان درویشوں کو نکال باہر کرے اور خود اجمیر کے ہندو بھی رام دیو کے پاس حاضر ہو ہو کر واویلا کر رہے تھے کہ یہ پردیسی ہمارے مذہب ودھرم کے خلاف پرچار کر رہے ہیں اور انا ساگر کا پانی بھی برشٹ (گندا) کر رہے ہیں، رام دیو کو بھڑکانے کیلئے یہ کچھ کیا کم تھا؟ اس کو اپنے سفلیات کا جادو جگانے کا نادر موقعہ ہاتھ آیا، اپنے سفلی چیلوں کا ایک غضب ناک گروہ لے کر حضرت خواجہ کی فرودگاہ میں آ دھمکا۔ حضرت خواجہ نے معرفت سے لبریز نگاہِ ناز کا ایک ہی تیر جو تاک کر مارا تو رام دیو نیم بسمل تھا۔

آں دل کہ رم نمودہ از خوبروجواناں کہنہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

ترجمہ: وہ دل جو خوبرو جوانیوں کا پانی پیے ہوئے تھا، ایک اُدھیڑ عمر بوڑھے نے ایک نظر کیمیا اثر سے اس کی چنگاریاں اُڑادیں۔

بس نگاہوں سے ہی دل کا فیصلہ ہو گیا، رام دیو خواجہ کے قدم بوس ہو کر مشرف بایمان ہو گئے۔

الٰہی کیا چُھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں یدِ بیضاء لیے بیٹھے ہیں آستینوں میں

رام دیو کے اسلام لانے کے بعد حضرت نے اس کا نام بدل کر شادی دیو کر دیا، شادی دیو سابق رام دیو کے قبولِ اسلام کی خبر اجمیر کے راجہ اور پرجا دونوں پر بجلی بن کر گری، لیکن عقل کے اندھوں نے بجائے عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نووارد درویش زبردست ساحرانہ اور جادوئی قوتوں کے مالک ہیں، (یہی نتیجہ کبھی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے عصائے کلیمی اور یدِ بیضاء کے متعلق فرعون نے بھی نکالا تھا) ہاں کیوں نہ ہو؟ ایمان سے محروم لوگوں کے نزدیک خلافِ ظاہر تصرفات کی جادو کے علاوہ اور صورت ہو ہی کیا سکتی ہے؟ پس اجمیر کے فرعون نے بزعمِ خویش اس جادو کا توڑ اس سے بڑے جادو سے کرنے کے لئے سرزمینِ ہند کے اس وقت کے سب سے بڑے جادوگر جے پال کو دُھائی دی، جے پال اس دُھائی پر غصے میں چنگھاڑتا ہوا اجمیر پہنچا، وہ جادو کے زور پر ہرن کی کھال پر بیٹھ کر ہواؤں میں اُڑتا ہوا اجمیر کی زمین پر اُترا، اسکے شاگرد شیروں پر سوار ہاتھوں میں سانپوں کو بطورِ ہنٹر و چابک پکڑے ہوئے واردِ اجمیر ہوئے، آج ہندوؤں کے لئے عید کا سماں تھا، زمین جادوگروں کے اندازِ ساحرانہ سے بھر

پور دہشت خیز حملہ سے لرز رہی تھی اور ساری فضا میں خوف وہیبت کا ایک ہولناک طوفان تلاطم خیز موجیں مار رہا تھا، گاؤ ماتا کے پجاری ٹکٹکی باندھے محوِ نظارہ تھے کہ اب دیکھیے ! ان مُٹھی بھر بے خانماں خاک نشینوں کا کیا حشر ہوتا ہے، جنھوں نے ہماری دھرتی اور دھرم کو برشٹ کر دیا، بس اب دیکھتی آنکھوں ان کی فرودگاہ شمشان گھاٹ میں تبدیل ہوا چاہتی ہے۔

اب ادھر کی سُنئے ! حضرت خواجہ نے جب جادوئی ریلا اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے سب ساتھیوں کو جمع کر کے ارداگرد ایک حصار کھینچ لیا، جے پال اور اس کے جادوئی لشکر نے جادو کے داؤ پر داؤ آزمائے، اور بہتیرے جتن کئے لیکن جادو کا سارکھیل حصار سے ورے ورے ہی تمام ہو جاتا حصار کے اندر حضرت خواجہ اور آپ کے تمام خدا آشناء درویش رفقاء یادِحق میں سرمست تھے،

جواُن کی یاد میں بیٹھے سب سے بے غرض ہو کر تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

خواجہ نے حصار کے اندر سے کئی بار ان کو متنبہ کیا کہ درویشوں کے سکون میں خلل نہ ڈالو، اپنا یہ کھیل تماشہ ختم کر کے یہاں سے چلتے بنو، تمہارا کچھ زور نہیں چلنے کا۔

لیکن کافر جب تک چاروں شانے چت ہو کر بے بس نہ ہو جائے اُسے چین کیسے آئے؟ آخر خواجہ نے ایک مٹھی بھر مٹی زمین سے اُٹھائی اور ساحروں کی طرف پھینک دی، [۱]

مٹی کا پھینکنا تھا کہ آناً فاناً تمام جادو کے کھیل بھسم ہو کر رہ گئے، نہ کوئی شیر رہا نہ سانپ، آگ کے چکر اور گولے جو وہ لے کر حملہ آور ہو رہے تھے، سب راکھ کے ڈھیر بن گئے۔

اب تو جادوگر حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، اور دن دھاڑے ان کو تارے نظر آنے لگے، جے پال جی نے مایوس ہو کر اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکا کہ جادو کے زور سے ہوا میں اُڑ کر خواجہ کی نشست گاہ کے اوپر پرواز کرنے لگا، اس کا خیال تھا اوپر سے آپ پر آگ برسائے لیکن اس کا شھباز بن کر پرواز کرنا ہی تھا کہ حضرت خواجہ نے اپنی کھڑاؤں (جوتا) اس کا دماغ روشن کرنے کے لئے اشارہ کے ساتھ اوپر کو اُچھال دیا، یہ کھڑاؤں گائیڈڈ میزائل کی طرح جے پال جی کے سر کا ہدف لے کر اوپر پہنچی اور اس کے سر پر تڑاتڑ برسنے لگی تا آنکہ اُسے اُترنے پر مجبور کر دیا، جے پال جو اس دور میں جادو کے فن میں

---

[۱] وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى (سورۃ الانفال) ''یعنی''آپ نے نہیں پھینکا جو آپ نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا'' کا جو مظاہرہ نبی ﷺ کے لئے اسلام وکفر کے ایک سخت معرکہ میں ہوا تھا، آج ایک کامل امّتی کے لئے بھی آنحضور کے اتباع کی برکت سے بطور کرامت اس کا ظہور رہوا۔

یکتائے روزگار اور سر برآوردہ سمجھا جاتا تھا سمجھ گیا کہ درویش کا تصرف جادو نہیں ورنہ ہم اس کے مقابلہ سے عاجز نہ ہوتے کیونکہ انہوں نے فن کا آخری داؤ تک آزما ڈالا تھا، پس ساحرانِ موسیٰ کی طرح اس پر بھی حق واضح ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردشِ دوران رجعتِ قہقری کرتے ہوئے عہدِ موسیٰ اور زمانۂ فرعون میں جا کر اس دور کی یاد تازہ کرنا چاہتی ہے، بوڑھا آسمان تاریخ کا ایک قصہ پارینہ دُہراتے ہوئے آج پھر وہ منظر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کا آخری نتیجہ فرعونی ہتھکنڈوں کی ناکامی کی صورت میں قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿الف﴾.......اِنَّمَاصَنَعُوْا کَیْدُ سَاحِرٍ وَلَایُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی (طه آیت ۶۹)

ترجمہ: جو کچھ ڈھونگ انہوں نے رچایا سب جادو کا ناٹک تھا اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی (حق کے مقابلے میں) آتا ہے۔

﴿ب﴾.......فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِکَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ (الاعراف) **ترجمہ:** پس حق واضح و آشکارا ہو گیا اور جو کارروائی انہوں نے ڈالی تھی وہ باطل و غلط قرار پائی، پس وہ وہاں (برسرِ میدان) ہار گئے اور ذلیل و خوار ہو کر لوٹ گئے۔

﴿ج﴾.......بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (الانبیاء آیت ۱۸)

ترجمہ: بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق و سچ پر مبنی عمل کو باطل کے رچائے ہوئے ڈھونگ و سوانگ پر، تو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا (سر پھوڑ دیتا) ہے سو وہ باطل (پٹ ہار کر) بے نام و نشان ہو کر جاتا رہتا ہے، اور تمہارے لئے (اے منکرین!) بڑی ہلاکت ہے ان چیزوں کی وجہ سے جو تم (حق کے مقابلے میں) گھڑتے ہو۔

اس طرح اگر کل بنی اسرئیل کے زمانہ میں حق تعالیٰ نے اپنے عظیم المرتبت رسول حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ظلمت کدۂ کفر میں فراعنۂ وقت کے صدہا سال سے مستحکم و استوار کئے ہوئے نظامِ کفر کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکا اور چہار سُو حق کا بول بالا کر دیا تو حضور ﷺ کی امت میں آج ظلمت کدۂ ہند میں قرن ہا قرن سے شرک و کفر اور سفلیات پر استوار نظام کے تار و پود اپنے آخری رسول کے ایک کامل متبع غلام کے ہاتھوں بکھیر دیے اور جادوئے سامری کی جوت جگانے والے گاؤ ماتا کے پجاریوں کے بنائے ہوئے طلسم ہوشربا کے بخیے اُدھیڑ ڈالے۔

نبی کے ذریعہ سے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے اور ولی کے ذریعہ سے کرامت کا:

’’کلیم اللہ‘‘ کے تصرف میں بھی اللہ کی قدرت وفعل کا ظہور بطور معجزہ اُن کے ہاتھ سے ہوا تھا، تو ایک نبی کے کامل امتی اور وقت کے ولی کے تصرف میں بھی اللہ کی قدرت بطور کرامت بول رہی تھی اور جس طرح معجزہ سے مغالطہ کھا کر نبی میں اُلوہیت کی صفات ڈھونڈنا اور گمان کرنا ضلالت وگمراہی ہے جس میں بنی اسرائیل کے بعض طبقے مبتلا ہو کر مردود ٹھہرے اسی طرح ولی کی کرامت سے دھوکہ کھا کر ولی میں اُلوہیت کی صفات بتلانا یا اس کی ایسی تعظیم اختیار کرنا جو اللہ کے ساتھ خاص ہے، یہ بھی گمراہی اور ضلالت ہے۔

بنی اسرائیل نبی کے لئے یا اپنے علماء ومشائخ کے لئے اس طرح کا غلو کریں تو قرآن اُن پر کفر کا حکم لگاتا ہے تو کوئی نبی ﷺ کے اُمتی ہونے کا دعوٰی کر کے اولیاء کرام کی تعظیم وعقیدت کی آڑ لے کر مقامِ اُلوہیت میں نقب زنی کرے تو قرآن کی آیات نے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات وتعلیمات نے اس کے ضال (خود گمراہ) مُضِل (گمراہ کرنے والا) ہونے کا فیصلہ بھی بہت پہلے فرما دیا ہے، قرآن مجید میں ایسی سینکڑوں آیات موجود ہیں۔

ساحرانِ ہند کا بمع ساحرِ اعظم کے قبولِ اسلام:

حق واضح ہونے پر جےؔ پال کے دِل ودماغ کی ظلمتیں اور کدورتیں حق کی چکاچوندی سے زائل ہوگئیں، کُھلے دل سے اعترافِ شکست کرتے ہوئے حضرت خواجہ کے پاؤں پڑا، گستاخی کی معافی چاہی اور بلا جھجھک مشرّف باسلام ہوگیا، حضرت نے اسے گلے لگالیا، یہ ماجرا دیکھ کر جےؔ پال کے شاگرد تمام جادوگر بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے دائرۂ اسلام میں جوق درجوق داخل ہونے لگے۔

حضرت نے جےؔ پال کا اسلامی نام عبداللہ رکھا، عبداللہ نے حضرت کی صحبت میں رہ کر تھوڑے عرصہ میں مجاہدات وریاضات سے گذر کر اور ضروری علومِ دینیہ سیکھ کر درجۂ ولایت تک رسائی پائی اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، حضرت کے خلفاء میں عبداللہ بیابانی نامی بزرگ یہی سابقہ جے پال جوگی تھے، عبداللہ بیابانی نے بڑی طویل زندگی پائی، بیابان کو اپنا مسکن بنا کر اسوۂ خضرؔ کو اپناتے ہوئے خضرِ راہ کا منصب سنبھالا اور بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگانا اور خدمتِ خلق کرنا زندگی کا مشغلہ بنالیا۔ ؎

بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

(جاری ہے......)

پیارے بچو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

ایک ایماندار لڑکا

ایمانداری بہت بڑی دولت ہے، ایماندار انسان اللہ کو بہت پسند ہے۔ ایمانداری کا مطلب ہے کسی کام میں بھی بے ایمانی نہ ہونا، جیسا کہ بچے کھیلتے ہیں اور کھیل کے دوران جو بچہ کھیل کے اصولوں اور طریقوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے دوسرے بچے کہتے ہیں...... : بھائی بے ایمانی نہ کرو، یا بے ایمانی نہیں چلے گی پتہ چلا کہ بے ایمانی کسی کام کو اس کے طریقے سے ہٹ کر کرنے کا نام ہے۔ یہ بھی بے ایمانی ہے کہ جس کی جو چیز ہو اس کی اجازت کے بغیر چوری چھپے سے اسے لے لینا، مثال کے طور پر آپ کسی کے گھر گئے اور آپ نے وہاں کوئی چیز رکھی یا پڑی ہوئی دیکھی اور وہ دوسروں سے چھپ کر اٹھالی اور اپنے گھر لے آئے، اسی طرح آپ نے کسی کی کھانے کی کوئی چیز دیکھی اور موقع پا کر بغیر اجازت کے اس کو کھالیا، یہ سب چیزیں بے ایمانی کہلاتی ہیں بے ایمان لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں تو سزا پائیں گے ہی لیکن کئی مرتبہ دنیا میں بھی انہیں سزا مل جاتی ہے، اور یہی سزا کیا کم ہے کہ دوسروں کو کسی بھی وقت پتہ چل جائے تو شرمندہ ہونا پڑے یا مار پڑ جائے۔

کسی زمانے میں ایک لڑکا بڑا ایماندار سمجھا جاتا تھا، اس کی ایمانداری پر اُسے سب شاباش اور مبارکباد دیتے تھے، ایک مرتبہ یہ لڑکا اپنے کسی پڑوسی کے گھر گیا، اس وقت پڑوسی کے گھر میں کوئی بھی نہیں تھا سب کسی کام سے گئے تھے۔

یہ لڑکا وہاں جا کر سوچنے لگا کہ پڑوسی کا گھر خالی ہے، اگر میں اس وقت یہاں سے چلا گیا تو شاید کوئی چور آ کر ان کا کوئی نقصان نہ کردے اس لئے یہ لڑکا وہاں ہی ٹھہر گیا اور کھیل کود میں مصروف ہوگیا۔ پڑوسی کے گھر میں اس وقت بہت ساری قیمتی چیزیں تھیں، اور قریب ہی میں تازہ تازہ بیر بھی رکھے ہوئے تھے۔

بچو آپ کو پتہ ہے بیر بہت اچھا اور مزے دار پھل ہے اور تازہ تازہ بیر تو بہت ہی میٹھے اور ذائقہ دار ہوتے ہیں۔ لڑکے کو شیطان نے بہکانا چاہا کہ کتنی اچھی اچھی چیزیں رکھیں ہیں، اگر میں کچھ چیزیں لے کر جلدی سے اپنے گھر بھاگ جاؤں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا اور اگر تھوڑے سے بیر اٹھا کر کھالوں تو ٹوکری میں

Idara Ghufran

رکھے ہوئے اتنے سارے بیروں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور بعد میں آ کر دیکھنے والوں کو بھی شبہ نہیں ہو گا، مگر اس لڑکے کے ماں باپ نے اسے چھوٹا ہونے کی حالت میں جو نصیحت کی تھی کہ بیٹا بے ایمانی کبھی نہ کرنا، بے ایمان لوگ چور ہوتے ہیں اور چور تو چور ہی ہوتا ہے چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، یہ نصیحت یاد آ گئی، اس لئے اس نے اپنے آپ کو چوری اور بے ایمانی سے بچائے رکھا، اتنی دیر میں پڑوسی اپنے گھر میں آ گیا، جب اس نے پڑوس کے لڑکے کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ اس نے آج ضرور کوئی چیز چوری کی ہو گی لیکن جب ساری چیزیں صحیح سلامت دیکھیں اور بیر بھی پورے کے پورے رکھے ہوئے دیکھے تو لڑکے سے بولا کہ تم نے بیر کیوں نہیں چرائے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ میں کوئی چور تھوڑا ہی ہوں۔ پڑوسی نے کہا کہ چور تو تب کہلاتے جب تمہیں کوئی چوری کرتے ہوئے دیکھتا، لڑکے نے جواب دیا کہ اپنے آپ کو چوری کرتے ہوئے دیکھنے کے لئے تو میں خود تھا، میں خود اپنے آپ کو چوری کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوتا اگر میں اپنے اندر کوئی برائی دیکھوں تو مجھے خود ہی شرم سے پانی پانی ہو جانا چاہیے، یہ سن کر ہمسایہ نے اس لڑکے کو شاباش دی اور کہا کہ تم تو بڑے جوانوں سے بھی آگے بڑھ گئے واہ شاباش لڑکے واہ واہ۔ تو جواں مردوں سے بازی لے گیا۔ اس ایماندار لڑکے کے واقعہ کو کسی نیک آدمی نے اپنے شعروں میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

ایک لڑکا ہے بڑا ایماندار ● آزمائش ہو چکی ہے چند بار
ایک دن وہ نیک دل اور با حیا ● اپنے ہمسایہ کے گھر میں تھا گیا
آدمی بالکل نہیں وہاں نام کو ● کیونکہ کہ ہمسایہ گیا ہے کام کو
تازہ تازہ بیر ڈلیا میں بھرے ● بے حفاظت گھر کے اندر ہیں دھرے
آ گیا اتنے میں ہمسایہ وہاں ● کھیل میں مصروف ہے لڑکا جہاں
اپنے بیروں میں نہ پائی کچھ کمی ● ہو کے خوش لڑکے سے بولا آدمی
بیر یہ تم نے چرائے کیوں نہیں ● کیوں چراتا چور تھا کیا میں کہیں
چور جب بنتے کہ کوئی دیکھتا ● دیکھنے کو میں ہی خود موجود تھا
کچھ برائی آپ میں گر پاؤں میں ● پانی پانی شرم سے ہو جاؤں میں
واہ واہ شاباش لڑکے واہ واہ ● تو جواں مردوں سے بازی لے گیا

بـــزمِ خـــواتیـن ابوسلمہ

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنائیے (قسط۱)

✪ **ایک دیندار نوجوان کا واقعہ:**......ایک مرتبہ ایک نوجوان صاحب تشریف لائے جن کے چہرہ سے دینداری اور شرافت کی روشنی ظاہر ہورہی تھی، اور فرمایا کہ......میری شادی کا وقت قریب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی شادی سنت اور شریعت کے مطابق کروں اور اس میں کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف نہ ہو، کیونکہ شریعت کے خلاف چلنے سے آخرت کی ناکامی تو ہے ہی، میں نے دنیا بھی برباد ہوتے ہوئے دیکھی ہے، اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی کام دنیا اور آخرت کی تباہی کا باعث نہ ہو جائے، نوجوان کی ایمانی باتیں سن کر دل خوش ہوگیا، اور میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کی سوچ بڑی مبارک سوچ ہے، آپ کا جذبہ بڑا سعادت مند ہے اور آپ کا شوق تحسین کے لائق ہے، مگر آپ کی پریشانی اور مشکل کا حل بہت آسان اور آپ کے سوال کا جواب بہت مختصر ہے اور وہ یہ ہے کہ:

''شادی کے اوپر سے رسم ورواج کے نقطے ہٹا دیجئے، اس کے بعد وہ سادی ہو جائے گی، اور سادی ہونے پر شریعت کے مطابق اور سنت کے موافق بن جائے گی، کیونکہ شریعت نے نہ تو کسی رسم کو ضروری قرار دیا اور نہ کسی رواج کی پابندی کو لازم کیا، بلکہ ان کی خلاف ورزی کا حکم فرمایا ہے، اور نہ ہی تکلفات وفضولیات میں پڑنے کو پسند فرمایا، حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام نے جو نکاح کئے وہ بھی بالکل سیدھے سادے طریقے پر تھے، لہٰذا شریعت اور سنت کا تقاضا یہ ہوا کہ آپ کچھ کرنے کے بجائے جو کچھ ہو رہا ہے وہ چھوڑ دیجئے اور سادہ نکاح کر لیجئے، اور اگر سنت کے مطابق حضور ﷺ، آپ کی بناتِ طاہرات اور آپ کے صحابۂ کرام کے ہونے والے نکاحوں کی تفصیل جاننا چاہتے ہو تو فلاں کتاب کا مطالعہ کرلو''

میری گفتگو سننے کے بعد نوجوان دیندار نے شکریہ ادا کیا اور اطمینان کی حالت میں رخصت ہو گئے۔

✪ **شادی کے شین سے نقطے ہٹائیے!......معزز خواتین!** شاید اس نکتہ پر کبھی سنجیدگی سے آپ کو بھی غور کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو کہ اگر ''شادی'' کے اوپر سے تین نقطے ہٹا دیئے جائیں تو یہ لفظ نقطوں

سے خالی ہوکر''سادی''بن جاتا ہے،گویا کہ جب تک یہ نقطے اس پر مسلط ہیں تو مروجہ''شادی'' ہے اور جب یہ نقطے ہٹ جائیں تو''سادی'' ہوجاتا ہے،معلوم ہوا کہ شادی کوسادی بنانے کے لئے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے کچھ ہٹانے اور دُور کرنے کی ضرورت ہے۔

نقطوں سے ہماری مراد مروجہ رسم ورواج والی چیزیں ہیں، دیکھئے شادی کوسادی بنانے میں کتنی راحت اور سکون ہے کہ دنیا کے سب بکھیڑوں سے جان چھوٹ جاتی ہے، پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے، جان کی حفاظت، مال کی حفاظت، وقت کی حفاظت اور سب سے بڑی چیز یہ کہ ایمان کی حفاظت،اور یہ سب کچھ تو اپنی جگہ ہے، نکاح کا جوایک اہم مقصد ہے''خوشگوار ازدواجی زندگی'' وہ بھی بآسانی حاصل ہوجاتا ہے۔

✪ **خوشگوارازدواجی زندگی:**......یاد رکھئے! کہ''خوشگوار ازدواجی زندگی'' کا راز''پُروقار اسلامی زندگی'' کے ساتھ وابستہ کردیا گیاہے،اور یہ بات ظاہر ہے کہ سادگی میں جومزہ اور راحت وسکون ہے وہ تکلیف میں نہیں،تکلیف اور تکلف دونوں کا مادہ''کلفت'' ہے،گویا کہ تکلف کے ساتھ تکلیف اور کلفت لگے ہوئے ہیں،اس کوایک شاعر نے اس طرح اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

ہے تکلف میں اے ذوق تکلیف سراسر　　　آرام سے وہ ہیں جوتکلف نہیں کرتے

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شادی بیاہ کے رسم ورواج اور بے جا تکلفات نے اس سیدھے سادے عمل کوٹیڑھا بنا دیاہے،جس کی وجہ سے ہماری زندگی کا رُخ بھی ٹیڑھا ہوکر رہ گیا ہے، یہ ٹیڑھ پن بے جا تکلفات اور رسم ورواج پورا کرنے کے لئے کہیں لڑکوں،لڑکیوں کی عمریں برباد اور گھر بیٹھے بال سفید ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کہیں بے تحاشا مال کی اضاعت کی شکل میں، کہیں وقت کی بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو کہیں حرام خوای، ناپ تول میں کمی اور رشوت خوری جیسے جرائم کی شکل میں۔

✪ **ناک اونچی کرنے کی تباہی:**......اور یہ سب کچھ صرف ناک اونچی کرنے اور دنیا میں اپنا نام روشن کرنے کیلئے کیا جاتا ہے،جس میں اکثر وبیشتر ہماری مائیں اور بہنیں پیش پیش ہوتی ہیں،مگر سب کچھ کرنے اور لُٹانے کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا،اور دنیا وآخرت کے خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگتا،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''خَسِرَ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃَ'' کہ دنیا وآخرت دونوں ہی کا خسارہ ہوا۔

گذشتہ کسی زمانے میں ایک بڑے مالدار صاحب نے جواپنے علاقہ کے رئیس اور چودھری بھی تھے،اپنے بیٹے کی شادی کے وقت بہت سے تکلفات جمع کئے،کھانا عالی شان تیار کرایا،آنے والے مہمانوں کے

اکرام کا اعلیٰ بندوبست کیا اور ساتھ ہی ایک کام ایسا بھی کیا جو ابھی تک کسی اور نے شادی کے موقعہ پر نہیں کیا تھا، وہ یہ کہ دعوتی حضرات کو کھانے سے فراغت کے بعد کچھ نقدی بھی سب کو پیش کی گئی، یہ سب کچھ ان چودھری صاحب نے ناک اونچی کرنے اور اپنا نام کمانے اور اپنی تعریف کروانے کے لئے کیا تھا، اس لئے اس بات کا تقاضا ہوا کہ اپنے کانوں سے اپنے بارے میں لوگوں کی زبان سے تعریف والے کلمات بھی سُن لئے جائیں، چودھری صاحب مہمانوں کے گزرنے والے راستہ پر کہیں چھپ کر بیٹھ گئے اور کھانا کھا کر نقدی کا انعام پا کر رخصت ہونے والے مہمانوں کی باتیں سننے لگے، مگر تھوڑی ہی دیر بعد چودھری صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی، پسینے میں شرابور ہوگئے، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ لگا کر یہ سب کچھ کیا تھا، مگر کسی ایک مہمان کی طرف سے بھی کوئی تعریف کا جملہ سننے کو نہیں ملا، ممکن ہے کہ چودھری صاحب کے منہ پر تو کوئی شکریہ ادا کر دیتا (جیسا کہ آج کل سامنے تو تعریف کر دی جاتی ہے) مگر یہ تعریف تو صرف منہ پر ہوتی ہے، چودھری صاحب تو اصل اندر کی بات سننا چاہتے تھے، گزرنے والوں میں سے کوئی کہتا تھا کہ چودھری صاحب اتنے امیر آدمی ہیں اگر کھانوں کی تعداد تھوڑی سی اور بڑھا دی جاتی تو ان کی مالداری میں کون سا فرق پڑ سکتا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ چودھری صاحب بڑے کنجوس آدمی ہیں، کوئی کہتا تھا کہ چودھری صاحب نے نقدی کا نذرانہ بہت تھوڑا پیش کیا ہے، اس سے زیادہ پیش کر دیتے تو وہ کیا غریب ہو جاتے؟ معلوم ہوا کہ چودھری صاحب بڑے بخیل انسان ہیں، اس طرح کی باتیں سننے کے بعد چودھری صاحب کے دل پر صدمہ کا حملہ ہوا، اور دل کا عارضہ لاحق ہوگیا، چوہدری صاحب کو اب یہ بات سمجھ آ گئی کہ دنیا والوں کو خوش کرنے سے ان کی رضا بھی حاصل نہیں ہوتی، کیوں نہ ان سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے، اس کا اثر یہ ہوا کہ چودھری صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام لوگوں کی رضا اور اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزارنا شروع کر دیئے، مگر دل کا عارضہ ہو جانے کی وجہ سے جلد ہی دنیا سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم　　　نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

✪ خالق کو ناراض اور مخلوق کو خوش کرنا:......اول تو خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی خوشنودی اصل معنیٰ میں حاصل ہی نہیں ہو پاتی، اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو اس کا کیا فائدہ، جان جس کو پیش کرنی ہے اگر وہی ناراض ہو جائے تو دوسروں کی خوشنودی کس کام کی؟ (جاری ہے..........)

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

مریض کے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مفصّل حکم

سوال: ...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل بہت سے مرد و خواتین اپنے گھروں اور مسجدوں میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، چند دنوں سے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا رواج بہت زیادہ بڑھ رہا ہے، کئی مساجد میں انتظامیہ یا مریض نمازیوں کی طرف سے مستقل کرسیاں رکھ دی گئی ہیں، بہت سے لوگ ثواب کی نیت سے یہ کرسیاں تیار کرا کر مساجد میں بھیج دیتے ہیں، پھر کرسیوں پر نماز پڑھنے والے اکثر حضرات تو وہ ہیں جو صرف اشارہ سے سجدہ کرتے ہیں سامنے کوئی چیز رکھی ہوئی نہیں ہوتی، اور بعض کرسیاں ایسی بھی تیار کر دی گئی ہیں جن کے سامنے سجدہ کے لئے ٹیبل بھی نصب ہے، یاد رہے کہ ان کرسیوں پر نماز پڑھنے والے قیام نہیں کرتے، حالانکہ گھر سے عموماً پیدل چل کر مساجد میں آتے ہیں اور وہ سہارے سے یا بغیر سہارے کے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں، پھر جن کرسیوں کے سامنے ٹیبل لگا ہوتا ہے اس کی اونچائی بھی فکس ہوتی ہے، جو عام طور پر ترکان (باھڑی) حضرات بناتے ہیں جنہیں مسائل سے واقفیت نہیں ہوتی، اور اگر کسی مسجد میں یہ کرسیاں مستقل رکھی ہوئی ہوں، اور متعلقہ مریض اس پر نماز پڑھنے نہ آئے تو جگہ گھری رہتی ہے اور صف بندی میں خلل آتا ہے، ہر مسجد میں اور ہر کرسی کو ہٹانے میں مشکلات ہوتی ہیں، پھر زیادہ تر ان کرسیوں پر نماز پڑھنے والے وہ حضرات ہوتے ہیں، جن کے گھٹنوں وغیرہ میں درد ہوتا ہے، وہ قیام اور سجدہ پر تو قادر ہوتے ہیں لیکن سنت کے مطابق قعدہ کرنے پر قادر نہیں ہوتے، کیا حضور ﷺ کے دور میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، جبکہ مریض آپ ﷺ کے دور میں بھی آج کے مریضوں سے زیادہ سخت آتے تھے، کیونکہ نماز اور جماعت کا اہتمام اس دور میں آج سے زیادہ تھا۔ کس قسم کے مریض کے لئے کرسی پر نماز پڑھنا کن شرائط کے ساتھ جائز ہے؟ جو شخص زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو اس کے لئے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہوگا یا کرسی پر بیٹھ کر؟

محمد عبید اللہ، ترنول، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب: ...... مریض اور معذور حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے احکام میں بڑی سہولتیں عطا

فرمائی ہیں، لیکن کس مرض یا عذر کی بنیاد پر شریعت کے کون سے حکم میں کس حد تک کیا رخصت و سہولت ملتی ہے، ان مسائل کو فقہائے کرام رحمہم اللہ نے کتاب و سنت میں بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں منضبط فرما دیا ہے، مرض و عذر کی بنیاد پر نماز میں ملنے والی رخصتوں اور سہولتوں سے متعلق چند اصول تحریر کئے جا رہے ہیں اس کے بعد کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اصل مسئلہ ذکر کیا جائے گا۔

﴿۱﴾......مرض و عذر کی وجہ سے صرف وہی ارکان چھوڑنے کی اجازت ہے جن سے مریض حقیقۃً یا حکماً عاجز ہے، اور جن ارکان کے ادا کرنے پر مریض قادر ہے ان کی ادائیگی اس پر صحت مند شخص کی طرح ضروری ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱ و مریض و معالج کے اسلامی احکام ص ۱۱۱)

﴿۲﴾......جو شخص قیام اور سجدے پر قادر ہو اس سے قیام اور سجدہ معاف نہیں، خواہ تھوڑی دیر تک قیام کر سکتا ہو تب بھی ممکن حد تک قیام ضروری ہے، اور اگر بغیر سہارے کے کھڑا نہیں ہو سکتا لیکن کسی چیز مثلاً دیوار، لاٹھی وغیرہ کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض و واجب نماز میں سہارے سے کھڑا ہونا ضروری ہے، اگرچہ سہارا لے کر کھڑا ہونے کی صورت میں مسنون طریقے پر ہاتھ نہ باندھ سکے، کیونکہ ہاتھ باندھنا سنت ہے اور قیام فرض ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۲ و ۷، عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۰۲ و مریض و معالج کے اسلامی احکام ص ۱۰۲ و ۱۰۳)

﴿۳﴾......جو شخص قیام سے عاجز ہے خواہ حقیقۃً عاجز ہو اور وہ اس طرح کہ کھڑا ہونا اس کے لئے ممکن ہی نہیں یا کھڑا ہوتے ہی گر پڑتا ہے یا حکماً عاجز ہو اور وہ اس طرح کہ کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن کھڑا ہونے سے واقعی درجہ میں بڑی تکلیف ہوتی ہے یا چکر آتے ہیں تو ایسے شخص سے قیام معاف ہے لیکن اگر ایسا شخص رکوع، سجدے پر قادر ہے تو رکوع سجدہ باقاعدہ طریقہ پر ادا کرنا ضروری ہے، اس سے رکوع و سجدہ معاف نہیں ہے (ملاحظہ عبارت نمبر ۳ و ۸، عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۰۲)

﴿۴﴾......جو شخص قیام پر قادر ہو لیکن سجدے سے عاجز ہو تو اس سے قیام کا فریضہ فقہ حنفی کے مطابق معاف ہے، ایسے شخص کے لئے افضل یہ قرار دیا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر اشارے سے نماز ادا کرنے کے بجائے بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے لیکن اگر ایسا شخص کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز ادا کرے تب بھی درست ہے (بلکہ اگر رکوع قیام کی حالت میں اور سجدہ قعدے کی حالت میں اشارے سے ادا کرے تو یہ صورت اس لئے افضل معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اُن فقہاء کے اختلاف کی رعایت ہے جن کے نزدیک مذکورہ صورت میں قیام معاف نہیں) (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۹، عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۰۴، مریض و معالج کے احکام ص ۱۰۴ و احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵)

﴿۵﴾......سجدے سے عاجز ہونا تب سمجھا جائے گا جب کوئی شخص نہ تو زمین پر پیشانی ٹکا کر سجدہ کرسکتا ہو اور نہ ہی اپنی نشست سے (زیادہ سے زیادہ) ایک بالشت (تقریباً بارہ انگل) اونچی کسی سخت چیز تپائی، میز، پتھر وغیرہ پر سجدہ کرسکتا ہو اور یہ عاجز ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً عاجز ہو اور وہ اس طرح کہ سجدہ کر ہی نہ سکے یا حکماً عاجز ہو اور وہ اس طرح کہ سجدہ تو کرسکتا ہے لیکن سجدہ کرنے سے ضرر لاحق ہوتا ہے (بیماری پیدا ہوتی ہے یا بیماری میں اضافہ ہوتا ہے) مثلاً کسی نے آنکھ بنوائی ہے (یعنی آنکھ کا آپریشن کرایا ہے) اور معتبر و ماہر معالج (ڈاکٹر) نے جھکنے سے منع کیا ہے یا اپنے سابقہ تجربہ سے جھکنے میں ضرر لاحق ہونا ثابت ہوا ہے تو ایسے شخص کے لئے افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کرے، اس سے رکوع سجدہ معاف ہے اور کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھنا بھی جائز ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۶، عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۰۴ واحسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۵)

﴿۶﴾......زمین پر سجدہ کرنا یا اپنی نشست سے زیادہ سے زیادہ ایک بالشت یعنی بارہ انگل اونچی چیز پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق حقیقی سجدہ ہے اور ایسے شخص کو سجدہ سے عاجز نہیں سمجھا جائے گا (خواہ وہ سامنے یا دائیں بائیں ٹانگیں نکال کر کسی بھی طرح سجدہ کرسکتا ہو) اور مذکورہ طریقہ سے ہٹ کر سجدہ کرنا مثلاً اس سے زیادہ اونچی چیز پر سجدہ کرنا یا ایسے ہی ہوا میں سجدہ کرنا خواہ زمین سے کتنے ہی قریب ہو حکمی سجدہ ہے، جس کو اشارے سے سجدہ کرنا کہتے ہیں اور حقیقی سجدہ پر قادر شخص کو حکمی یعنی اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۶ و عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۰۴)

﴿۷﴾......جو شخص قیام، رکوع سجدہ تینوں ارکان پر قادر ہے اور دوزانو حالت میں قعدہ کرنے سے عاجز ہے تو اس کو کھڑے ہو کر باقاعدہ رکوع سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری ہے، خواہ زمین پر سجدہ کرے یا اپنی نشست سے زیادہ سے زیادہ بارہ انگل اونچی کسی سخت چیز پر سجدہ کرے، اگرچہ قعدہ کی مسنون ھیئت ادا نہ ہو سکے (تفصیل آگے شق ﴿الف﴾ میں ملاحظہ فرمائیں) ایسا شخص اگر مذکورہ طریقہ پر رکوع وسجدہ اور قیام ادا نہیں کرتا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱۳، ۱۴)

﴿۸﴾......بلا عذر سامنے رکھی ہوئی کسی چیز پر سجدہ کرنا مکروہ ہے گو کہ سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ چیز نمازی کی نشست سے بارہ انگل سے زیادہ اونچی نہ ہو (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۵)

﴿۹﴾......سجدہ کی حالت میں پاؤں کا کچھ حصہ مثلاً کم از کم ایک انگلی کا زمین پر لگنا راجح قول کے مطابق واجب ہے، لہٰذا اگر پیشانی زمین پر یا زیادہ سے زیادہ بارہ انگل اونچی چیز پر رکھی ہوئی حالت میں ایک مرتبہ

سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بقدر کسی ایک پاؤں کا کوئی حصہ زمین پر رکھ لیا جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا، مگر بلا عذر (یعنی جبکہ دونوں پاؤں زمین پر رکھنے سے معذور نہ ہو تو) ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر پورے سجدے میں پاؤں پوری طرح زمین سے اٹھے رہے تو نماز واجبُ الاعادہ ہو گی (ملاحظہ ہو عبارت نمبر۴، ۱۰ و احسن الفتاویٰ ج۳ ص ۳۹۸)

﴿۱۰﴾...... کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شرعاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا شمار نہیں ہوتا، بلکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شمار ہوتا ہے، جس کی وجوہات درجِ ذیل ہیں ۞ عرفاً کرسی پر بیٹھنے والے کو بیٹھنے والا ہی سمجھا جاتا ہے نہ کہ کھڑا ہونے والا ۞ قواعد کی رو سے قیام کرنے والے کے جسم کا پورا زور اس کے قدموں پر ہوتا ہے اور بیٹھنے والے کے جسم کا زور اس کے سرین پر ہوتا ہے، اسی طرح کرسی پر بیٹھنے والے کے جسم کا زور بھی سرین پر ہوتا ہے ۞ کرسی پر بیٹھنے والے کی حالت دابہ (چوپائے) پر بیٹھنے والے کے مشابہ ہے کیونکہ دونوں کے سرین خاص سطح پر اور قدمین نیچے ہوتے ہیں اور دابہ پر سوار کو قاعد قرار دیا گیا ہے ۞ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے سجدۂ سہو کی بحث میں تحریر فرمایا ہے کہ "جو شخص قعدۂ اولیٰ بھول کر قیام کی طرف جانے لگے تو اگر وہ قعدہ کے قریب ہے اور یاد آجائے تو واپس آجائے اور سجدۂ سہو نہ کرے" اس مسئلہ میں قعود سے قریب ہونے کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء نے بیان فرمایا ہے کہ اگر نصفِ اسفل (نیچے والا آدھا دھڑ) ٹیڑھا ہو یعنی سیدھا نہ ہوا ہو تو وہ بیٹھنے والے کے مثل ہے اور کرسی پر بیٹھنے والا ایسا ہی ہوتا ہے ان وجوہ کی بناء پر کرسی پر بیٹھنے والا قاعد (بیٹھنے والا) شمار ہو گا (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱۱) تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

اب مندرجہ بالا اصولوں کی روشنی میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جائز و ناجائز ہونے کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

﴿الف﴾...... جو شخص قیام، رکوع اور حقیقی سجدہ (جس کی تفصیل نمبر ۵، ۶ میں گزری) تینوں ارکان پر قادر ہو فقط (گھٹنوں میں درد وغیرہ کی وجہ سے) مسنون طریقے پر قعدہ کرنے سے عاجز ہو اس کے لئے بھی بہتر تو یہی ہے کہ کرسی کے بغیر اصل طریقہ پر نماز پڑھے، اور قعدہ جس طرح بھی ممکن ہو کرے (خواہ سامنے ٹانگیں پھیلا لے یا دائیں، بائیں طرف ٹانگیں نکال دے یا ٹانگیں کھڑی کر لے یا چار زانو یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے یا پنجوں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر سرین رکھ لے یا پھر سرین اوپر اُٹھا لے) تاہم ایسے شخص کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا تب درست ہو سکتا ہے، جبکہ قیام، رکوع سجدہ تینوں ارکان باقاعدہ ادا کرے صرف التحیات کے وقت کرسی پر بیٹھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نماز شروع کرے باقاعدہ کمر جھکا کر اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر رکوع کرے کیونکہ رکوع کھڑے ہو کر (یعنی نصفِ اسفل سیدھا رکھتے ہوئے) کرنا ضروری ہے، اس

کے بعد (پہلے سے پیچھے رکھی ہوئی) کرسی پر بیٹھ کر (سامنے رکھی ہوئی) میز وغیرہ پر پیشانی ٹکا کر سجدہ کرے اور اپنے پاؤں یا ان کا کچھ حصہ سجدہ میں زمین یا زمین پر رکھی ہوئی کسی چیز پر ٹکا کر رکھے، اور دوسری رکعت کے لئے پھر کھڑا ہو جائے، اور التحیات کے لئے کرسی پر بیٹھ جائے، البتہ اگر کوئی نفل نماز پڑھ رہا ہے تو قیام معاف ہے، مگر رکوع سجدہ پھر بھی معاف نہیں، مذکورہ صورت میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے سامنے رکھی ہوئی میز کا نمازی کی نشست کے برابر یا زیادہ سے زیادہ بارہ انگل تک اونچا ہونا ضروری ہے، اگر اس سے زیادہ اونچی میز یا تختہ وغیرہ پر سجدہ کیا گیا یا سامنے کوئی چیز رکھے بغیر صرف ہوا میں سجدہ کیا گیا (خواہ زمین یا اپنی نشست کے کتنے ہی قریب تک سر کیوں نہ جھکا دیا ہو) تو نماز درست نہ ہوگی، اور بلا عذر اگر نشست سے اونچی چیز (بارہ انگل سے کم کم) پر سجدہ کیا تو نماز مکروہ ہوگی، ایسا شخص اگر قیام ترک کر کے کرسی پر بیٹھا رہے تو وہ نماز کے ایک رکن (فرض) کا تارک ہے، اسی طرح کرسی پر بیٹھنے کی حالت میں رکوع کرنا بھی معتبر نہیں ہوگا، کیونکہ قیام پر قادر شخص کیلئے بیٹھ کر رکوع کرنا معتبر نہیں اور اسی طرح ایسا شخص اگر کوئی چیز سامنے رکھے بغیر ہوا میں سجدہ کرے (خواہ کتنا زیادہ جھک جائے) یا کسی ایسی چیز (ٹیبل وغیرہ) پر سجدہ کرے جس کی اونچائی اس کی نشست سے ایک بالشت (بارہ انگل) سے زیادہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کا سجدہ کرنا معتبر نہیں اور وہ نماز کے ایک رکن (فرض) کا تارک ہے، لہٰذا مندرجہ بالا صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں بھی اس کی نماز معتبر نہ ہوگی، اور اگر سجدہ کرتے وقت پیر کرسی پر ویسے ہی لٹکے رہے زمین یا کسی چیز پر بالکل نہیں رکھے تو بھی ایک واجب رہنے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی (ملاحظہ ہو اصول نمبر ۱، ۲، ۵، ۶، ۷، ۹)

﴿ب﴾...... جو شخص صرف قیام سے عاجز ہو، لیکن رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ پر قادر ہو، اس کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا تب درست ہے جبکہ باقاعدہ رکوع اور حقیقی سجدہ کرے، جس طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع وسجدہ کرتا ہے، ایسا شخص سجدہ یا تو اپنی نشست کے برابر سطح کی چیز پر کرے یا پھر سامنے رکھی ہوئی کسی ایسی چیز (مثلاً میز وغیرہ) جو نشست سے بارہ انگل سے زیادہ اونچی نہ ہو پر سجدہ کرے، ایسا شخص اگر مذکورہ طریقہ پر باقاعدہ سجدہ نہ کرے بلکہ کوئی چیز سامنے رکھے بغیر فقط اشارہ سے سجدہ کر دے یا ایسی چیز پر سجدہ کرے جو نشست سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو اس کی نماز ادا نہیں ہوگی، کیونکہ نماز کا ایک رکن (سجدہ) ادا نہیں ہوا (ملاحظہ ہو اصول نمبر ۳، ۶، ۱۰) ایسا شخص اگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو تو اس کو کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے (وجوہات آخر میں ملاحظہ ہوں)

﴿ج﴾...... جو شخص قیام اور سجدہ دونوں سے عاجز ہو یا صرف سجدہ سے عاجز ہو (جس کی تفصیل اصول نمبر ۳،۴، ۵ میں گزری) اس کا کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع سجدہ کر کے نماز پڑھنا درست ہے، ایسے شخص کے لئے حقیقی سجدہ کرنا یا سامنے میز وغیرہ رکھ کر اس پر سجدہ کرنا ضروری نہیں (ملاحظہ ہو اصول نمبر ۴، ۵) ایسا شخص اگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو تو اس کو بھی کرسی پر نماز پڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

یاد رہے! کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں ذکر کردہ شرائط کے مطابق کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو اگر زمین پر یا کسی اور چیز پر پاؤں یا اُن کا کچھ حصہ رکھنے کی قدرت ہو تو اس کے لئے سجدے کے وقت پاؤں یا پاؤں کا کچھ حصہ زمین پر یا کسی چیز پر رکھنا ضروری ہے، ہوا میں لٹکا کر چھوڑ دینا درست نہیں، اس لئے اگر کرسی پر نماز کے جواز کی صورت میں کسی شخص نے قدرت کے باوجود پاؤں یا اُن کا کچھ حصہ زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی کسی چیز پر ایک مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی '' کہنے کے بقدر بھی نہ رکھا بلکہ پورے سجدے میں دونوں پاؤں ویسے ہی لٹکا کر چھوڑے رکھے تو سجدے کا ایک واجب رہ جائے گا جس کی وجہ سے نماز واجبُ الاعادہ ہوگی (ملاحظہ ہو اصول نمبر ۹، عبارت نمبر ۴، ۱۰)

ملاحظہ: ایک قول کے مطابق سجدے میں گھٹنوں کا بھی زمین پر لگانا واجب ہے (جبکہ اس پر قادر ہو) اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں ظاہر ہے کہ گھٹنے زمین یا کرسی پر نہیں لگتے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱۵) اسی وجہ سے حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں سجدہ معتبر ہونے کے لئے گھٹنے کرسی پر رکھنا واجب قرار دیا ہے چنانچہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''اگر ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسری کرسی پر سجدہ کیا تو نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ سجدہ کے وقت گھٹنے بھی کرسی پر رکھے معہذا ایسا کرنا گناہ ہے، زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا چاہئے اور اگر بوقتِ سجدہ گھٹنے کرسی پر نہ رکھے تو یہ نماز واجبُ الاعادہ ہے'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۱)

خیال رہے کہ مذکورہ بالا جن صورتوں میں شرائطِ مذکورہ کی رعایت رکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر نماز درست ہو جاتی ہے ان میں بھی ایسے شخص کو جو زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہو خواہ سنت کے مطابق قعدہ نہ کر سکتا ہو شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے کرسی پر نماز پڑھنا خصوصاً اس کی عادت بنا لینا شرعاً کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں کئی مفاسد بھی لازم آتے ہیں مثلاً حضور اقدس ﷺ کے دور میں دوسروں کے سہارے چل کر آنے والے نمازی بھی جماعت میں شامل ہوتے تھے لیکن اتنا شدید مرض ہوتے ہوئے

بھی اُس دور میں کسی مریض کا کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ثابت نہیں، اور سلفِ صالحین سے بھی اس طرح نماز پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا حالانکہ کرسی کوئی آج کی ایجاد نہیں بلکہ پہلے زمانے میں بھی یہ پائی جاتی تھی ورنہ، پھٹے، تخت، چارپائی وغیرہ تو یقیناً تھے رحمۃ اللہ علیہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری ہے اس لئے اس عبادت کو حتی الامکان تواضع اور عاجزی کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، خود ارکانِ نماز (قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ) کی مسنون ھیئت سے تواضع نمایاں ہے اور کرسی پر بیٹھنے کی ھیئت اتنی تواضع اور عاجزی والی نہیں ہے جتنی کہ زمین پر بیٹھنے میں عاجزی محسوس ہوتی ہے، دیکھنے والوں کو بھی اور خود بیٹھنے والے کو بھی رحمۃ اللہ علیہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اگرچہ قعدہ سنت کے مطابق نہ ہو سکے تب بھی وہ ھیئت کرسی پر بیٹھنے کے مقابلے میں نماز کی ھیئت کے زیادہ قریب ہے اور قعدہ تو مستقل نماز کا رکن ہے، جب کہ کرسی پر بیٹھنے کی ھیئت کو پوری طرح یہ مقام حاصل نہیں اور ھیئتِ صلوٰۃ کو نماز میں بڑا دخل ہے رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر نماز پڑھنے کے جائز ہونے کی کئی شرائط ہیں، جن کی تفصیلات سے عوام الناس واقف نہیں جبکہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں عوام کے لئے یہ مشکل نہیں رحمۃ اللہ علیہ مریض مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ان کے احکام بھی جُدا جُدا ہوتے ہیں، کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے خاص ایک ھیئت کے مطابق نماز پڑھنے کے پابند ہو جاتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ مساجد میں کرسیاں رکھنے میں اور بھی چند خرابیاں ہیں، جن کا ذکر سوال میں بھی کیا گیا ہے مثلاً معذور افراد کو کرسی پر نماز پڑھتے دیکھ کر غیر معذور اور معمولی عذر والوں کا بھی کرسی پر بیٹھ کر نماز شروع کر دینا کرسیوں کا صفوں کے سیدھا اور متصل ہونے میں مخل ہونا، کسی وقت معذور افراد کے مسجد نہ آنے کی صورت میں باقی نمازیوں کے لئے کرسیوں کا تشویش کا باعث ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام وجوہ کی بناء پر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بڑھتے ہوئے رواج کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

رحمۃ اللہ علیہ ﴿۱﴾......مفارقة المريض للصحيح فيماهو عاجز عنه فاما فيما يقدر عليه فهو كا لصحيح (هنديه ج ۱ ص ۱۳۷) رحمۃ اللہ علیہ ﴿۲﴾......ولو كان قادراعلى بعض القيام دون تمامه يؤمر بان يقوم قدرما يقدرحتى اذا كان قادرا على ان يكبر قائما ولايقدر على القيام للقراءة اوكان قادراعلى القيام لبعض القراءة دون تمامها يؤمر بان يكبر قائما ويقرأ قدرمايقدر عليه قائما ثم يقعد اذاعجز قال شمس الائمة الحلوانى رحمه الله تعالىٰ هو المذهب الصحيح ولوترك هذاخفت ان لاتجوز صلاته كذا فى الخلاصة ولو قدر على القيام متكئا الصحيح انه يصلى قائما متكئا ولايجزيه غير ذلك وكذلك لو قدر على ان يعتمد على عصا او على خادم له فانه يقوم ويتكئ كذافى التبيين(هنديه ج ۱ ص ۱۳۶) رحمۃ اللہ علیہ ﴿۳﴾......اذا عجز المريض عن القيام صلى قاعدا يركع ويسجد كذا فى الهداية واصح الاقاويل فى تفسير العجزان يلحقه بالقيام ضرروعليه الفتوىٰ كذا فى معراج الدراية وكذالك اذا خاف زيادة المرض او ابطاء البرء بالقيام او دوران الرأس كذا فى التبيين او يجد وجعا لذلك فان لحقه نوع مشقة لم يجز ترك ذلك القيام كذا فى الكافى(هنديه ج ۱ ص ۱۳۶) رحمۃ اللہ علیہ

﴿۴﴾......قال في الدر: (ومنها السجود) بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدةمنهماشرط...........قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله (وقدميه) يجب اسقاطه، لان وضع اصبع واحدة منهما يكفى كما ذكره بعد ح وافاد انه لو لم يضع شيئا من القدمين لم يصح السجود (شامى ج ۱ ص ۴۴۷) ....وقال في الدر ايضا: وفيه (اى في شرح الملتقى، ناقل) يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون............قال ابن عابدين: تحت قوله وفيه الخ بعد بحث طويل) والحاصل ان المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية ولذا قال في العناية والدرر: انه الحق ثم الاوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب والله اعلم (قوله واحدة) صرح به في الفيض (وقال بعد اسطر) قال في الفيض: ولو وضع ظهر القدم دون الاصابع بان كان المكان ضيقا اووضع احداهما دون الاخرى لضيقه جاز كما لو قام على قدم واحد وان لم يكن المكان ضيقا يكره اه فهذا صريح في اعتبار وضع ظهر القدم وانما الكلام في الكراهة بلاعذر...........(الىٰ ان قال) بل المصرح به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها كما في البرجندى والقهستاني (شاميه ج ۱ ص ۴۹۹، ۵۰۰) ﴿۵﴾......قال في الدر (ولو كان موضع سجوده ارفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز) سجوده (وان اكثر لا) الا لزحمة كما مر والمراد لبنة بخارى، وهى ربع ذراع عرض ستة اصابع، فمقدار ارتفاعهمانصف ذراع ثنتا عشرة اصبعا، ذكره الحلبى...........قال ابن عابدين رحمه الله: تحت (قوله جاز سجوده) الظاهر انه مع الكراهة لمخالفته للماثور من فعلها (شامى ج ۱ ص ۵۰۳) ﴿۶﴾......وقال ابن عابدين: اقول الحق التفصيل وهو انه ان كان ركوعه بمجرد ايماء الرأس من غير انحناء وميل الظهر فهذا ايماء لاركوع فلا يعتبر السجود بعد الايماء مطلقا وان كان مع الانحناء كان ركوعا معتبرا حتى انه يصح من المتطوع القادر على القيام فحينئذ ينظران كان الموضوع ممايصح السجود عليه كحجر مثلاً ولم يزد ارتفاعه على قدر لبنة اولبنتين فهوسجود حقيقى فيكون راكعا ساجدا لامومئا حتى انه يصح اقتداء القائم به واذا قدرفى صلاته على القيام يتمها قائما وان لم يكن الموضوع كذلك يكون مومئافلايصح اقتدآء القائم به، واذا قدر فيها على القيام استانفهابل يظهر لى انه لو كان قادرا على وضع شئى على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادرعلى الركوع والسجود حقيقة ولايصح الايماء بهمامع القدرة عليهما بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة (شامى ج ۲ ص ۹۸) ﴿۷﴾...... قال في الدر: وان قدر على بعض القيام) ولو متكئا على عصااوحائط (قام) لزوما بقدرمايقدر ولوقدرآية او تكبيرة على المذهب لان البعض معتبربالكل، قال ابن عابدين تحت (قوله لان البعض معتبر بالكل) اى ان حكم البعض كحكم الكل بمعنى ان من قدر على كل القيام يلزمه فكذا من قدر على بعضه (شامى ج ۲ ص ۹۷) ﴿۸﴾......قال في الدر: (من تعذرعليه القيام) اى كله (لمرض) حقيقى وحده ان يلحقه بالقيام ضرر به يفتى...........(او) حكمى بان (خاف زيادته اوبطء برئه بقيامه اودوران رأسه اووجد لقيامه الما شديدا)...........(صلى قاعداكيف شاء) على المذهب لان المرض اسقط عنه الاركان فالهيئات اولى (بركوع وسجود)...........قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تحت (قوله لمرض حقيقى الخ) قال في البحر: اراد بالتعذر التعذر الحقيقى، بحيث لو قام سقط (قوله خاف) اى غلب على ظنه بتجربة سابقة او اخبار طبيب مسلم حاذق امداد (قوله كيف شاء) اى كيف تيسر له بغيرضرر من تربع او غيره امداد (قوله فالهيئات اولىٰ)......قال ط: وفيه ان الاركان انما سقطت لتعسرها ولا كذلك الهيئات اه تامل قال العلامة الرافعى: تحت (قوله ولا كذلك الهيئات) قد يقال سقطت تبعا للاركان لتبعيتها لها وان لم يوجد لها مسقط (شامى ج ۲ ص ۹۵ ومابعدتقريرات الرافعى ملحق بالشامى ج ۲ ص ۱۰۳) ﴿۹﴾......قال في الدر: (وان تعذرا) ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف (لاالقيام اومأ) بالهمز (قاعدا) وهو افضل من الايماء قائما لقربه من الارض، قال ابن عابدين: تحت (قوله بل تعذر السجود كاف) نقله في البحر عن البدائع وغيرهما وفى الذخيرة: رجل بحلقه خراج (هكذا في الكتاب ولعله جراح، ناقل) ان سجدسال وهو قادرعلى الركوع والقيام

والقراءة يصلى قاعدا يومئ ولو صلى قائما بركوع وقعد واومأبالسجود اجزأه والاول افضل لان القيام والركوع لم يشرعا قربة بنفسهما بل ليكونا وسيلتين الى السجوداه(قوله اوماقاعدا)لان ركنية القيام للتوصل الى السجود فلا يجب دونه وهذااولى من قول بعضهم صلى قاعدااذيفترض عليه ان يقوم للقراءة فاذا جآء او ان الركوع والسجود اومأ قاعداكذا فى النهر(شامية ج۲ ص ۹۷ و ۹۸)ومن قدر على القيام وعجز عن الركوع او السجود لم يسقط عنه القيام ويصلى قائما فيومئ بالركوع ثم يجلس فيومئ بالسجود، وبهذاقال الشافعى،وقال ابوحنيفة:يسقط القيام (المغنى لابن قدامه ج ۱ ص ۷۷۸) ﴿۱۰﴾......ومن شرط جواز السجود ان لا يرفع قدميه فيه فان رفعهما فى حال سجوده لا تجزئه السجدة وان رفع احدهما قال فى المرتبة يجزئه مع الكراهة ولو صلى على الدكان وادلى رجليه عن الدكان عند السجود لا يجوز وكذا على السرير اذاادلى رجليه عنه لا يجوز(الجوهرة النيرة،باب صفة الصلاة) ﴿۱۱﴾......قال:(وان كان الى القعود اقرب)بانعدام استواء النصف الاسفل(لاسجود)سهو(عليه فى الاصح) وعليه الاكثر......وقال المحشى:تحت(قوله بانعدام استواء النصف الاسفل)انما كان الى القعوداقرب لانه لايعد قائما فى هذه الحالة لاحقيقةولاعرفا ولا شرعا،لانه لوقرأوركع وسجد فى هذه الحالة من غيرعذرلا يجوز لانه ليس بقائم كما فى الحلبى(طحطاوى على المراقى،باب سجود السهو ص ۳۸۰) ﴿۱۲﴾......واما اذا كان قادرا على القيام وعاجزا عن الركوع والسجود فانه يصلى قاعدا بايماء وسقط عنه القيام لان هذ القيام ليس بركن لان القيام شرع لافتتاح الركوع والسجود به فكل قيام لايعقبه سجود لايكون ركنا ولان الايماء انما شرع للتشبه بمن يركع ويسجد والتشبه بالقعود اكثر(المبسوط،باب صلاة المريض) ﴿۱۳﴾......ثم اذا صلى المريض قاعدا كيف يقعد الاصح ان يقعدكيف يتيسر عليه هكذا فى السراج الوهاج(هنديه ج ۱ ص ۱۳۶) فعن ابى حنيفة ان شاء فكذالك قعد وان شاء تربع وان شاء احتبىٰ (الیٰ قوله)قال بعض المشائخ ان تعذر عليه فيجلس كما تيسر له (تتا رخانيه ج۲ ص ۱۳۱)وروى عن ابى حنيفة رحمه اللہانه يجلس كيف شاء من غيركراهة ان شاء محتبيا وان شاء متربعا وان شاء علىٰ ركبتيه كما فى حالة التشهد ......والصحيح ماروى عن ابى حنيفة رحمه الله لان عذرالمرض اسقط عنه الاركان فلان يسقط عنه الهيئات اولىٰ كذافى البدائع (البحرالرائق ج۲ ص۱۱۳) ﴿۱۴﴾......الاصل فى هذا الباب ان المريض اذا قدر على الصلاة قائما بركوع وسجود فانه يصلى المكتوبة قائمابركوع وسجود ولايجزيه غير ذلك وان عجز عن القيام وقدر على القعود فانه يصلى المكتوبة قاعدابركوع وسجودولايجزيه غيرذلك فان عجز عن الركوع والسجود وقدر على القعود فانه يصلى قاعدا بايماء(التتارخانيه ج۲ ص ۱۲۰) ﴿۱۵﴾......(قوله ووضع يديه وركبتيه) كما فى التجنيس والخلاصة واختار فى الفتح الوجوب لانه مقتضى الحديث مع المواظبة قال فى البحر وهو ان شاء اللہ تعا لىٰ اعدل الاقوال لموافقته الاصول وقال فى الحلية وهو حسن ماش على القواعد المذهبية (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۶ كذافى البحر ج ۱ ص ۳۱۸) كل سجدة منها يجب فيها ثلاث واجبات الطمانينة ووضع اليدين ووضع الركبتين علىٰ ما اختاره الكمال ورجحه فى البحر وغيره (ايضاً ص ۴۷۳) ويؤيد ماقلناه ان المحقق ابن الهمام قال فى زاد الفقير ومنها اى من سنن الصلاة توجيه اصابع رجليه الى القبلة ووضع الركبتين (ايضاًص ۵۰۴)وراجع لتفصيل مجمع الانهر فى سنن الصلاة ،والعناية فى باب صفة الصلاةوالهندية الفصل الاول فى فرائض الصلاةوفتح القدير باب الانجاس وتطهيرها ،الجوهرة النيرة باب صفة الصلاة ودررالاحكام شرح غررالاحكام باب صفة الصلاة)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم محمد یونس ۱۱/۴/۱۴۲۶ھ، دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

الجواب صحیح: محمد رضوان تاریخ بالا ✪ محمد امجد حسین ✪ طارق محمود ✪ ابرار حسین ✪ محمد عبدالسلام ✪ فضل الحکیم

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

نمازِ جنازہ پڑھانے پر اجرت لینا جائز نہیں

سوال: ...... آج کل بعض لوگ جنازہ کی نماز پڑھا کر اجرت لیتے ہیں، اور اجرت کے بغیر جنازہ پڑھانے پر رضا مند نہیں ہوتے، اور اجرت لینے کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، کہیں رقم کی شکل میں اجرت لی جاتی ہے، اور کہیں کسی دوسری چیز کی شکل میں، بعض لوگ اس کے جائز ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر فرض نمازیں پڑھانے پر امام کو تنخواہ لینا جائز ہے تو جنازہ کی نماز پر بھی جائز ہونا چاہئے؟ اس مسئلہ کا صحیح جواب تحریر کیا جائے؟

جواب: ...... جنازہ کی نماز پڑھانے پر اجرت لینا، دینا جائز نہیں، خواہ اجرت نقدی کی شکل میں لی جائے یا کسی اور چیز کی شکل میں بہرصورت حرام ہے، جو لوگ جنازہ کی نماز پڑھانے پر اجرت صول کرتے ہیں وہ سخت گناہ گار ہیں، انہیں اس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے۔

رہا فرض نماز کی امامت کی تنخواہ کا مسئلہ تو وہ جنازہ کی نماز سے مختلف ہے، فقہائے کرام نے شرعی دلائل کی روشنی میں جائز چیزوں کا مفصل انداز میں تذکرہ فرمایا ہے، جن میں جنازہ کی نماز شامل نہیں، لہٰذا عام نمازوں کی امامت کی تنخواہ پر جنازہ کی نماز کی امامت کو قیاس کرنا صحیح نہیں اور اس کو دلیل سمجھنا بھی غلط ہے، یہ تو قیاس ہے نہ کہ دلیل اور قیاس درست ہونے کے لئے کچھ شرائط مقرر ہیں جو یہاں موجود نہیں (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۷۴) محمد رضوان ۔ ۱۴۲۶/۳/۹ھ

جنابت کی حالت کا پسینہ پاک ہے

سوال: ...... اگر غسل واجب ہو، یعنی جنابت کی حالت ہو یا عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور جسم سے پسینہ برآمد ہو کر کسی چیز یا کپڑے پر لگ جائے تو وہ ناپاک تو نہیں ہوگا؟

جواب: ...... جنابت کی حالت میں بھی انسان کا پسینہ پاک ہے، لہٰذا جس جگہ لگے وہ بھی اس کی وجہ سے ناپاک نہ ہوگی (کذا فی عامۃ کتب الفقہ) محمد رضوان ۔ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

Idara Ghufran

گوبر کی راکھ پاک ہے

سوال: ...... گاؤں، دیہات میں گائے بھینس کے گوبر کو سکھا کر ایندھن تیار کیا جاتا ہے، جسے بعض لوگ ''اُپلے'' اور بعض لوگ ''گوسے'' کہتے ہیں، اس کی آگ پر روٹی وغیرہ بھی پکائی اور سینکی جاتی ہے، بعض اوقات اس کی راکھ روٹی وغیرہ پر لگ جاتی ہے، تو کیا اس سے روٹی ناپاک تو نہیں ہوگی؟

جواب: ...... جل جانے کے بعد یہ راکھ پاک ہو جاتی ہے، لہٰذا روٹی وغیرہ پر لگنے سے وہ ناپاک نہیں ہوگی (غمز عیون البصائر ص ۱۲۷) محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

ٹیپ شدہ آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں

سوال: ...... آج کل قرآن مجید کی کیسٹیں اور سی ڈیز وغیرہ ملتی ہیں، اگر ان کے ذریعہ سے قرآن مجید سنا جائے اور آیتِ سجدہ آجائے تو سجدۂ تلاوت تو لازم نہیں ہوتا؟

جواب: ...... ریکارڈ شدہ آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ براہِ راست قاری کی آواز نہیں بلکہ ٹیپ شدہ آواز ہے (کذا فی جواہر الفقہ ج ا ص ۴۷) فقط۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

دوکان کے سامنے راستہ کی فٹ پاتھ کرایہ پر دینا

سوال: ...... اپنی ملکیتی یا کرایہ داری والی دوکانوں کے سامنے سرکاری راستہ کی فٹ پاتھ (Foot Path) والی جگہ بہت سے لوگ ریڑھی یا چھابے والوں کو کرایہ پر دے دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، جبکہ بازاروں میں اکثر لوگ یہ کام کر رہے ہیں؟

جواب: ...... جو سرکاری زمین راستوں کے دائیں بائیں فٹ پاتھ کے لئے چھوڑی جاتی ہے اس کا اصل مقصد پیدل چلنے والوں کو پیدل چلنے کی سہولت مہیا کرنا ہے، وہ جگہ کسی دوکان ومکان کے مالک یا کرایہ دار کی ملکیت نہیں، اور اس پر خود قبضہ جما کر روک لینا اور پیدل چلنے والوں کو اس پر پیدل چلنے سے روکے رکھنا ہی درست نہیں، اس جگہ کو کسی اور کو کرایہ پر دے کر اس سے اجرت وصول کرنا دھرا جرم ہے اور یہ کرایہ بھی حلال نہیں، کیونکہ یہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۹ھ

عبرت کدہ مفتی محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۳)

ہندوستان کی حدود میں اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند میں پڑا، روایت ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر (چاند پھٹنے) کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، یعنی ایک رات جبکہ وہ غالبًا اپنے محل کی چھت پر تھا اس کو چاند دوٹکڑے ہوکر ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے دکھائی دیا تذکرہ نگاروں نے اس راجہ کا نام زمورن نقل کیا ہے جو عربی میں سامری بھی لکھا جاتا ہے اس عجیب وغریب واقعہ نے جو اپنی نوعیت کا انوکھا اور بے مثل واقعہ تھا راجہ کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا، اس کو تجسس پیدا ہوا کہ یہ واقعہ دنیا میں کسی انقلاب کی نوید ہے، لہذا اس نے تحقیق حال کیلئے اپنے آدمی مختلف اطراف وجہات میں بھیجے اور اس واقعہ کو بطور یادداشت سرکاری روزنامچہ (ریکارڈ بک رڈائری) میں درج کرادیا بالآخر معلوم ہوا کہ ملک عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوئے ہیں انہوں نے یہ معجزہ دکھایا ہے راجہ یہ سن کر غائبانہ ایمان لایا اور عرب چلا گیا بعض روایات کی رو سے وہ آنحضور ﷺ کی زندگی میں ہی عرب پہنچ گیا دوسری روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے پہنچنے کی ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ اس بحری سفر کے دوران ہی فوت ہوا اور یمن کے ساحل پر مدفون ہو (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

راجہ کا یہ سفر چونکہ بغیر اطلاع کے پوشیدہ طور پر ہوا تھا، اس لئے اس کا اچانک غائب ہوجانا اور پھر اس کا نام ونشان تک نہ ملنا قوم کے لئے معمہ ہی بنا رہا، اس زمانہ میں کچھ مسلمان تاجر سراندیپ آئے اور اسلام کا پیغام ساتھ لائے، یہاں عربوں کی آمدورفت اسلام کے آنے سے پہلے ہی زمانہ قدیم سے تھی [۱]

---

[۱] جنوبی ہند کی یہ تمام ساحلی پٹیاں اور جزائر مثل مالابار، سراندیپ اور مالدیپ وغیرہ عہدِ قدیم سے ہی مشرقِ وسطیٰ، عرب، مصر، بابل (عراق) اور مشرقِ بعید ملایا، انڈونیشیا (وغیرہ کے جزائر) کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھتے تھے، یہاں سے گرم مسالہ، سیاہ مرچ، ادرک، موتی، زمرد اور دوسری قیمتی معدنیات ان تمام ملکوں میں برآمد ہوتی تھیں، اور ساری دنیا میں ان چیزوں کی مانگ تھی، اس بناء پر عہدِ قدیم سے ہی جنوبی ہند کے یہ علاقے ایک بین الاقوامی منڈی کی حیثیت رکھتے تھے، اور عرب تاجروں کی بھی یہاں تجارتی اغراض سے آمدورفت ہوتی تھی اور قیام رہتا تھا، عرب تاجر یہاں کی برآمدات جہازوں کے ذریعے یمن کی بندرگاہوں تک پہنچاتے اور وہاں سے خشکی کے راستے یہ چیزیں ملکِ شام پہنچتیں، پھر یہاں سے جہازوں میں لد کر یورپ تک پہنچتیں۔

اس لئے اسلام کے ظہور کیساتھ ہی ان تجار عربوں کی زبانی سراندیپ کے راجہ اور عوام کو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سب سے پہلے آگاہی حاصل ہوئی اور ان مسلمان تاجروں کی یہاں بود و باش اختیار کرنے سے ان کے سیرت و کردار و اعمال اور خود ان کی تبلیغی کوششوں سے بہت تیزی سے اس جزیرہ میں اسلام پھیلنے لگا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا کہ سراندیپ کے بدھ مت کے پیرو [1] راجہ نے بھی اسلام قبول کرلیا اور اپنے آپ کو خلافت اسلامیہ سے وابستہ کرلیا، یہ بات ابھی وضاحت طلب ہے کہ یہ راجہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا یا بنوامیہ کی خلافت کے زمانے میں، البتہ بنوامیہ کے زمانے میں وہ مسلمان تھا، یہاں عہدِ فاروقی میں ہند کے بعض علاقوں میں دو اسلامی غیر سرکاری فوجی مہمات کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا، جس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ جو کہ طائف کے وفد بنوثقیف کے ہمراہ ۹ھ میں بارگاہِ رسالت میں آکر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خداداد صلاحیتیں ملاحظہ فرما کر آپ کو طائف کا امیر مقرر فرمادیا تھا، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کے ابتدائی عرصہ تک آپ اسی عہدہ پر رہے، ۱۵ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو طائف کے بجائے بحرین اور عمان کا حاکم مقرر فرمادیا، یہ کئی بھائی تھے، ان کے ایک بھائی حکم بن ابی العاص تھے، ان کو آپ نے بلاکر بحرین میں اپنا نائب مقرر کر کے خود عمان تشریف لے گئے، وہاں آپ نے رضا کار مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دے کر اپنے بھائی حکم کی امارت میں بمبئی (تھانہ) اور گجرات (بھروچ) دونوں ساحلی مقامات کی طرف بھیجا جہاں سے یہ دستہ فتح یاب ہوکر لوٹا، نیز ایک دوسرا بحری دستہ بھی تیار کر کے آپ نے اپنے ایک اور بھائی مغیرہ بن ابی العاص کے زیرِ قیادت ٹھٹھہ (سندھ/دیبل) بھیجا، یہ لشکر بھی کامیاب و کامران واپس لوٹا، لشکر کے واپس آنے پر حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پوری روئیداد لکھی، چونکہ امیر المومنین اس فوج کشی سے بے خبر تھے، اور اس سے پہلے بحری راستے سے کبھی اسلامی فوج ادھر نہیں آئی تھی،

---

[1] پیچھے گذر چکا ہے کہ گوتم بدھ کے مذہب نے بعض بڑے بڑے راجاؤں کی کوششوں اور جانفشانیوں سے ایک زمانہ میں پورے ایشیا پر فتح پائی تھی، اور ایک طویل زمانہ تک دنیا کے اس بڑے حصے کا عمومی مذہب رہا، مسلمانوں کو بھی مختلف اطراف سے ہندوستان آنے کے وقت اس قوم سے واسطہ پڑا، لیکن یہاں تاریخ کا ایک عجیب معمہ مورخین کو پریشان کئے ہوئے ہے، کہ تمام وسطی ایشیا اور کابل، قندھار، سرحد وغیرہ کے باشندے جو اسلام سے پہلے بدھ مت کے حامل تھے، اسلام کے آنے کے بعد بغیر کسی کشمکش کے انہوں نے اسلام قبول کرلیا، البلاذری کی ''فتوح البلدان'' اور مسٹر آرنلڈ کی ''پریچنگ آف اسلام'' کے حوالے سے بعض فاضلین نے اس حیرت و استعجاب کی طرف اشارہ کیا ہے، اس سلسلہ میں کچھ تفصیلات ہیں، لیکن اس بحث کا یہ موقع نہیں۔

اس لئے آپ نے اس اقدام کو سخت ناپسند فرمایا، اور حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ کو سخت تہدید آمیز خط لکھا کہ اگر اس خطرناک اور غیر منظّم مہم میں مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا تو تمہارے قبیلہ ثقیف سے ایک ایک کا بدلہ لوں گا (فتوح البلدان للبلاذری، باب فتوح الھند)

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں حکیم بن جبلہ عبدی ہندوستان بھیجے گئے، تاکہ یہاں کے حالات سے اچھی طرح واقفیت حاصل ہو سکے، اس کے بعد حارث بن مری عبدی کی مہم آئی، پھر ۴۶ھ میں عبد الرحمٰن بن سمرہ اور راشد بن عمرو نے سندھ پر مہم کی۔

سراندیپ و مالابار وغیرہ انتہائی جنوبی سواحل اور جزائر میں اس پہلی صدی ہجری میں اسلام کی اشاعت کے کام کا اس سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۹۳ھ بمطابق ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم کی سندھ پر یورش کا باعث جو واقعہ بنا تھا وہ سندھ کے علاقے میں بحری قزاقوں کا اس جہاز کو لوٹنا تھا جو سراندیپ کے راجہ نے خیر سگالی کے جذبے کے تحت اسلامی خلافت کے لئے مختلف تحائف اور سوغاتوں کے ساتھ روانہ کیا تھا، اس جہاز میں ان جزائر کے کچھ مسلمان حجاج بھی تھے، اور نیز ان عرب تاجروں کے بیوی بچے بھی اس جہاز سے وطن واپس آرہے تھے، جو ان جزائر میں بود و باش رکھتے تھے اور پھر یہیں فوت ہو گئے تھے، جہاز کے لوٹے جانے اور مسلمان عورتوں، بچوں وغیرہ کے پکڑے جانے کی خبر جب عراق پہنچی، جہاں اس وقت حجاج گورنر تھا، تو اس نے سندھ کے راجہ داہر سے اس واقعہ کا نوٹس لینے اور مظالم کا ازالہ کرنے کا مطالبہ کیا، راجہ داہر نے یہ مطالبہ درخور اعتنا نہ سمجھا، اور ٹکا سا جواب دے دیا، مجبوراً حجاج کو سندھ پر فوج کشی کرنی پڑی، جس کے نتیجے میں پورا سندھ اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا، بحیرہ عرب کے ساحل (موجودہ کراچی) سے ملتان تک کا سارا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا، اس طرح اس خطے میں پہلی صدی ہجری سے ہی اسلام پھلنے پھولنے لگا، سندھ میں اسلام کا سویرا ہو جانے کی وجہ سے اسلام کے آفتاب عالمتاب کی کرنیں سندھ کے ہمسایہ ساحلی علاقے مالوہ (بلھرا) پر بھی پڑنے لگیں، چنانچہ مالوہ کا راجہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا تھا اور مسلمان سیاحوں کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرتا تھا، مشہور سیاح سلیمان سیرافی نے تیسری صدی ہجری کی ابتداء اور ابوزید سیرافی نے تیسری صدی ہجری کے وسط میں صراحۃً لکھا ہے، کہ مالوہ اور ملیبار کے راجہ مسلمانوں کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آتے ہیں۔

محمد بن قاسم کے بعد قریبی زمانے میں ہی سندھ کے بعض اموی اور پھر عباسی گورنروں نے سندھ سے باہر

ماروڑا، کاٹھیاوار، گجرات، اجین جیسے ساحلی علاقوں پر فوجی مہمات بھی کیں، جن میں سے بعض میں وہ کامیاب ہوئے اور بعض میں ناکام رہے۔

اس دوسری صدی ہجری میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا جس نے جنوبی ہند کے ان انتہائی حصوں لنکا، مالابار وغیرہ میں اشاعت اسلام کے کام کو بہت زیادہ مہمیز دی، جس کے نتیجے میں دینِ حق کو یہاں مزید استحکام اور توسیع حاصل ہونے لگی، وہ یوں کے عراق عرب کے کچھ مسلمان خلیج فارس سے بحری سفر پر اس غرض سے روانہ ہوئے کہ جزیرہ سراندیپ میں جا کر اس مقام کی زیارت کریں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان بتایا جاتا ہے، اور نیز سراندیپ کے راجہ سے بھی ملاقات کریں، جو مسلمان سیاحوں کی خاطر مدارات کرنے میں شہرت رکھتا ہے، اس طویل بحری سفر کے دوران ان کا جہاز راستے میں طوفان سے دوچار ہوکر ملیبار (مالابار) کی بندرگاہ کالی کٹ جا پہنچا، کالی کٹ اس زمانہ میں ملیبار کا صدر مقام (راجدھانی) تھا۔

ان طوفان زدہ تاجروں کا حال سن کر ملیبار کے راجہ نے انہیں اپنے پاس بلوایا، اور مذہبِ اسلام (جس کا چارسو چرچا تھا) کے متعلق بہت سے سوالات کر کے دلجمعی حاصل کی اور پھر انہیں سیاحوں کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے مصلحتاً اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، اور ان سیاحوں سے بتاکید قول وقرار لیا کہ سراندیپ کی سیاحت سے فارغ ہوکر اس طرف کو آئیں، ایک روایت کے مطابق اس راجہ کا نام چیرامن پیرول تھا، اور ملاقات کی تقریب میں مسلمان سیاحوں کے امیر نے راجۂ مذکور کو ''معجزۂ شق القمر'' (چاند پھٹنے والے معجزہ) کے متعلق بھی بتلایا، کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کی صداقت وحقانیت کو واضح کرنے کے لئے آپ علیہ السلام کے انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا اور پھر دوبارہ دونوں ٹکڑوں کو صحیح سالم ملایا، اور چونکہ اس واقعہ کی مشاہداتی شہادت ملیبار کی سرکاری دستاویزات میں موجود تھی، جس کا مشاہدہ اس راجہ کے اسلاف میں سے ہی ایک راجہ زمورن کو ہوا تھا (جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا) اس لئے اس بات سے راجہ پر اسلام کی حقانیت خوب کھل گئی، راجہ چیرامن پیرول کو اپنے بزرگ راجہ زمورن کی پیروی میں کوچہ محبوب حرم شریف جانے اور مرکز اسلام کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا شوق دامن گیر ہوا، اس آرزو کی تکمیل کے لئے اس نے ان مسلمان سیاحوں سے وعدہ لے لیا تھا کہ سراندیپ سے واپسی پر ادھر سے ہوکر جائیں، تاکہ میں بھی ہمرکاب چلوں، چنانچہ راجہ چیرامن اس وقت سے تیاریوں میں

مصروف ہوگئے، اورانہوں نے اپنی قلمرو (ملک) کے چھوٹے چھوٹے حصے کر کے اپنے متعدد معتمد و قابلِ بھروسہ سرداروں میں بانٹ دیے اور اپنے ایک سب سے زیادہ قابلِ بھروسہ اور وفادار سردار کو خاص دارالسلطنت کا حاکم اور باقی سرداروں کا سرپرست اور نگران اور اپنا نائب السلطنت مقرر کردیا، اور خود بظاہر گوشہ نشین اور بباطن سفر کی تیاری میں مشغول رہا، ہر طرح سے اطمینان و انتظام کرلینے کے بعد ایک دن پوشیدہ طور پر چپ چاپ نکل کھڑا ہوا اور بحری راستہ سے حجاز کا سفر اختیار کیا، اسی سفر میں اس کو سفرِ آخرت پیش آ گیا، اور مرتے وقت اس نے اپنے رفیقوں کو وصیت کی کہ ملیبار میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کام کو پوری سرگرمی کے ساتھ وسیع پیمانہ پر شروع کیا جائے، اور دینِ حق کی روشنی کو اس ظلمت کدہ میں پھیلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے، ساتھ ہی اس نے اپنے نائب السلطنت کے نام اسی مضمون کا ایک خط بھی لکھا، چنانچہ شرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب وغیرہ راجہ کے عرب رفقاء اس خط کو لے کر ملیبار واپس آئے اور نائب السلطنت کو راجہ مرحوم ومغفور کا خط پہنچایا، اس نے ان عربوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا، اور ملک کے تمام سرداروں کو راجہ کے خط کا مضمون لکھ کر بھیجا، ہندو اور بدھسٹ تو ویسے ہی خوش عقیدہ قومیں ہیں، ایسے واقعات کو افسانوی اور رومانوی شکل دے دینا عہدِ قدیم سے ہی ان کے مذہب کا حصہ ہے اور ان کے مذہبی لٹریچر میں افسانہ آمیز حکایات و تمثیلات کی بھرمار ہے، اس ذہنیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرحوم راجہ چیرامن کے متعلق قوم نے یہ تخیل گھڑ لیا کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا ہے، اور آسمان سے پھر واپس آ کر ملیبار پر حکومت کرے گا، اور راجہ کے وصیت والے مضمون سے قوم کے آدمی بکثرت اسلام میں داخل ہوئے، اور مسلمانوں کو ملیبار میں ہر قسم کی امداد و حمایت حاصل ہونے لگی۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

طب وصحت مفتی محمد رضوان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

رفعِ حاجت

بدن کے وجود اور بقاء کا دارومدار غذا پر ہے، غذا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن کوئی بھی غذا ایسی نہیں جو ساری کی ساری جسم کا جز بن کر حل ہو جائے، اور اس کا کچھ فُضلہ باقی نہ رہے، پھر یہ فضلہ اگر جسم سے خارج نہ ہو اور جسم میں ہی رُکا رہے تو بدن میں کئی قسم کا بگاڑ اور فساد پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ غذا کے ہضم ہونے کے بعد اس کا فُضلہ مناسب مقدار میں بدن سے خارج ہو، اس کو اطباء کی زبان میں ''استفراغ'' کہا جاتا ہے، جس کی عام اور اہم شکل ''رفع حاجت'' یعنی پیشاب پاخانہ کے ذریعہ فراغت حاصل کرنا ہے، صحت کی حفاظت اور جسمانی بیماریوں سے نجات کے لئے رفعِ حاجت سے متعلق بنیادی باتوں کا جاننا اور ان کے مطابق عمل کرنا نہایت ضروری ہے، اس سلسلہ میں چند اصول بتلائے جاتے ہیں:

❁ جس وقت بھی رفعِ حاجت کا تقاضا ہو، بلا تاخیر اس تقاضے کو پورا کرنا چاہئے اور اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے، بعض لوگ کام کاج میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیشاب پاخانہ کی حاجتیں پوری کرنے میں دیر کر دیتے ہیں، خاص طور پر جب کسی دوسرے کے یہاں ہوں، خواتین اس سلسلہ میں شرم کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہیں اور بروقت رفع حاجت نہیں کر پاتیں، بعض لوگ وضو برقرار رکھنے کے لئے رفعِ حاجت میں تاخیر کر دیتے ہیں، ایسا کرنے سے تندرستی خراب ہو جاتی ہے ❁ صحت بگڑنے لگتی ہے، کیونکہ پیشاب پاخانہ انسانی جسم کے لئے فضلہ اور بے کار چیزیں ہیں، اس لئے ان کے جسم میں غیر ضروری وقت تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے خراب ہوا اور گیس پیدا ہوتی ہے، نیز اس کا زہر خون میں مل کر طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں چنانچہ ان حاجتوں کو غیر ضروری وقت تک روکنے کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ طبیعت سست ہو جاتی ہے، کام کاج کرنے کو دل نہیں چاہتا ❁ پاخانہ بار بار روکنے کی وجہ سے آنتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور قبض رہنے لگتا ہے، جو پھر خود کئی بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے ❁ پیشاب کو بار بار روکنے کی وجہ سے مثانہ کمزور ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک

پہنچ جاتی ہے کہ مثانہ میں پیشاب کو روکے رکھنے کی طاقت ہی نہیں رہتی، اور پیشاب قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے پاکی اور وضو برقرار رکھنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں اور نماز پڑھنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوتا ہے ۞ صبح کو نیند سے جاگنے کے بعد سب سے پہلے پیشاب، پاخانے سے فارغ ہونا چاہئے، کیونکہ جو کچھ روزانہ کھایا پیا جاتا ہے اس کا بہترین حصہ جسم کی غذاء بن جاتا ہے، باقی خراب حصہ پیشاب، پاخانے کی شکل میں آنتوں اور مثانہ میں جمع رہتا ہے، رات بھر سونے اور لمبے وقفہ کی وجہ سے اس کو صبح نیند سے اٹھتے ہی خارج کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے ۞ آنتوں اور پیٹ میں پیدا ہونے والی ہوا یعنی ریح / گیس کو نکلنے سے روکنا بھی صحت اور تندرستی کے لئے نقصان دہ ہے ۞ غیر ضروری ہوا کو نکلنے سے روکنے کا پہلا اثر دماغ پر یہ پیدا ہوتا ہے، کہ سر میں درد ہونے لگتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں ۞ دوسرے لوگوں کی موجودگی میں آواز سے ریح خارج کرنا بدتہذیبی سمجھا جاتا ہے اور بعض اوقات ریح کی بُو سے دوسروں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، اس لئے ریح خارج کرتے وقت دوسروں کا لحاظ کرنا چاہئے، ایسا موقع ہو تو وہاں سے کسی بہانہ سے اٹھ کر ریح خارج کر دینا بہتر ہے، اگر کسی کی ریح میں مستقل غیر ضروری بدبو رہتی ہو اُسے کسی مناسب معالج سے علاج کرانا چاہئے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کے ان اشعار پر بات کو ختم کرتے ہیں:

شکم زندانِ باد است اے خرد مند — ندارد ہیچ عاقل باد دربند
چو باد اندر شکم پیچد فرد ہل — کہ باد اندر شکم باریست بردل

ترجمہ: اے عقل مند پیٹ ہوا کا قید خانہ ہے، کوئی عقل مند ہوا کو قید میں نہیں رکھتا، جب ہوا (ریح) تیرے پیٹ میں گردش کرے تو اس کو خارج کر دے، کہ ہوا (ریح) پیٹ میں ہوتی ہے لیکن اس کا بوجھ دل پر ہوتا ہے (گلستان سعدی ص ۸۹) واللہ اعلم۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۸۵، اخبارِ ادارہ)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۸۵، اخبارِ ادارہ)

☐...... ہفتہ ۵ / ربیع الثانی بعد عصر حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ و مدیر ماہنامہ ''الصیانہ'' لاہور) ادارہ میں تشریف لائے، رات کو ادارہ میں قیام فرما کر اگلے روز اسلام آباد میں وفاق المدارس کے زیرِ اہتمام ''دینی مدارس کنونشن'' میں شرکت فرمائی، بروز پیر ۷ / ربیع الثانی ادارہ سے رخصت ہو کر پشاور تشریف لے گئے۔

اخبارِ ادارہ

مفتی محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۵/۱۲/۱۹/۲۶/ربیع الاول اور ۴/ربیع الثانی کو مساجدِ ثلاثہ میں حسبِ معمول وعظ اور مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، ۵ اور ۲۶ ربیع الاول کو مفتی محمد امجد صاحب کے سفر پر جانے کی وجہ سے ان کی جگہ مولانا طارق محمود اور مولانا عبدالسلام صاحبان نے جمعہ پڑھانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

□......جمعہ ۱۲/۲۶/ربیع الاول بعد مغرب ادارہ غفران کی پندرہ روزہ فقہی نشستیں ہوئیں، ۲۶/ربیع الاول کی نشست میں مولانا مفتی منظور احمد صاحب (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) نے بھی شرکت فرمائی۔

□......اتوار ۷/۱۴/۲۱/۲۸ ربیع الاول اور ۶/ربیع الثانی کو حسبِ معمول بعد عصر کی عمومی اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں، اتوار ۶/ربیع الثانی کی مجلس میں معزز مہمان حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا

□......اتوار ۲۱/ربیع الاول کو خواتین کے ماہانہ درسِ قرآن کے سلسلہ میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔

□......منگل ۲/۹/۱۶/۲۳/ربیع الاول اور یکم/ربیع الثانی کو بعد ظہر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس برائے اساتذہ منعقد ہوتی رہیں، ۸/ربیع الثانی کو بوجہ بعض مشاغل یہ نشست نہ ہوسکی۔

□......بدھ ۳/۱۰/۱۷/۲۴ ربیع الاول اور ۲/۹/ربیع الثانی کو طلبۂ کرام کے لئے حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس بعد ظہر منعقد ہوتی رہیں۔

□......جمعرات ۴/۱۱/۱۸/۲۵ ربیع الاول اور ۳/۱۰/ربیع الثانی بعد ظہر ہفتہ وار بزمِ ادب کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

□......جمعہ ۱۲/ربیع الاول حضرت مدیر دامت برکاتہم حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم کی مجلس میں شرکت کے لئے کوہسار مسجد اسلام آباد تشریف لے گئے، اس مجلس میں دارالعلوم کراچی سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب نے بھی حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے مختصر اور جامع بیان فرمایا، مجلس کے اختتام پر حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے ایماء پر حضرت مدیر حضرت نواب صاحب کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے، جہاں حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ مختصر نشست میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات کی اشاعت کے سلسلہ میں بات چیت ہوئی۔

Idara Ghufran

□......اتوار ۱۴/ربیع الاول کو حضرت مدیر دامت برکاتہم نے بعد ظہر ایک نکاح پڑھایا۔

□......اتوار ۱۴/ربیع الاول طالبعلم بلال قریشی کے حفظِ قرآن کے سلسلے میں بعد عصر کی اصلاحی مجلس میں دعاء ہوئی طالبِ علم کے اہلِ خانہ کی طرف سے ضیافت کا انتظام بھی تھا۔

□......پیر ۱۵/ربیع الاول تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت مدیر دامت برکاتہم نے اجمل طبیہ کالج راولپنڈی کا دورہ فرمایا، کالج کے مکتبہ سے طب یونانی سے متعلق اہم اور بعض نایاب کتب خریدیں، اس کے بعد کالج کے روحِ رواں پروفیسر حکیم کلیم اختر صاحب کی رہنمائی میں کالج کے اہم شعبوں کا معائنہ فرمایا اور پھر پروفیسر صاحب کے ساتھ طبِ یونانی کی ترقی اور اصلاح کے لئے بعض ضروری امور پر تبادلہ خیال فرمایا۔

□......پیر ۱۵/ربیع الاول کو بعد ظہر حضرت مدیر دامت برکاتہم نے جناب مفتی مقبول الرحمٰن صاحب کے ہاں مسجد امین حنفیہ (چکلالہ) میں خواتین کے باپردہ اجتماع سے خطاب فرمایا، شرعی پردہ کے موضوع پر جامع اور پرمغز بیان ہوا، جس میں پردے کے متعلق دورِ حاضر کے بہت سے اشکالات کا وضاحت سے جواب بھی دیا گیا، اس موقعہ پر جناب مفتی مقبول صاحب کے زیرِ تعمیر مدرسہ کا معائنہ بھی فرمایا اور منصوبے کی جلد تکمیل کے لئے دعاء فرمائی، عصر کی نماز کے بعد مفتی مقبول الرحمٰن صاحب کے گھر مختصر ضیافت کا اہتمام تھا، اس سے فارغ ہو کر ادارہ واپس تشریف لائے۔

□......ہفتہ ۲۰/ربیع الاول مفتی محمد امجد صاحب کے والد صاحب کی آنکھ کا آپریشن ہوا۔

□......جمعرات ۲۵/ربیع الاول بعد مغرب مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار راولپنڈی (متعلقہ حضرت مدیر دامت برکاتہم) میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک مختصر تربیتی نشست منعقد ہوئی۔

□......سوموار ۲۸/ربیع الاول جناب حکیم محمد فیضان صاحب لاہور تشریف لے گئے۔

□......منگل ۲۹/ربیع الاول صبح ساڑھے چار بجے حضرت مدیر صاحب کی والدہ محترمہ ایک ماہ اپنے وطن قیام کرنے کے بعد واپس راولپنڈی پہنچیں۔

□......بدھ ۲/ربیع الثانی جناب عبدالعلیم صاحب فرزند مفتی عبدالکریم گمتھلوی صاحب و برادر مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ادارہ میں تشریف لائے، اور حضرت مدیر صاحب سے ملاقات فرمائی۔

□......بدھ ۲۴/ربیع الاول دن گیارہ بجے حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ میں تشریف لائے، حضرت کے ہمراہ قاری عتیق الرحمٰن صاحب (اسلام آباد) بھی تھے، حضرت کی مختصر اصلاحی مجلس ہوئی اور بعض امور پر حضرت مدیر دامت برکاتہم سے خلوت میں بات چیت ہوئی **(بقیہ صفحہ ۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں)**

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **18 اپریل (۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ)**: عراقی مجاہدین کے حملے، 17 امریکی ہلاک، درجنوں زخمی، 100 سنی علماء کو گرفتار کرلیا گیا ★ پاکستان کے شہر راولپنڈی میں مری روڈ پر گل نور مارکیٹ میں آتشزدگی، کروڑوں کا سامان جل گیا، آتشزدگی الیکٹرانک مارکیٹ میں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے ہوئی، فائر بریگیڈ نے آگ پر تین گھنٹوں میں قابو پایا، کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ★ روشن خیالی کے نام پر حکومت ملکی تشخص تبدیل کرنے کے لئے کوشاں ہے، راجہ ظفر الحق، چیئرمین پاکستان مسلم لیگ ✍ **19 اپریل**: پاکستان: مجلس عمل نے سینٹ کی سیٹ بلا مقابلہ جیت لی، مجلس عمل کے ناراض رکن اسمبلی پیر محمد خان اور مسلم لیگ کی رکن نگہت اورکزئی نے دستبرداری کی درخواستیں الیکشن کمیشن کو دے دیں، امیدواروں کی دستبرداری کی وجہ سے آج انتخابات نہیں ہوں گے، قاری محمد عبداللہ کو سینیٹر قرار دے دیا گیا، مجلس کی صفوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ✍ **20 اپریل**: گوانتانا موبے میں شیخ اسامہ کے روحانی مشیر سمیت 20 محافظ قید ہیں، 10 فیصد قیدی امریکی یونیورسٹیوں سے تعلیم یافتہ ہیں، قیدیوں میں ڈاکٹر انجینئر اور قانون دان بھی شامل ہیں، درجنوں نے دورانِ تحقیقات امریکیوں کے سر قلم کرنے کی دھمکی بھی دی، قیدی خطرناک ہیں، رہا نہ کیے جائیں، امریکہ کی طرف سے تفصیلی رپورٹ جاری، ناقدین نے امریکی رپورٹ کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا، قیدیوں میں عالم، سیاح اور چھوٹی عمر کے کارکن بھی شامل ہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں ★ کیوبا سے 17 افغان قیدی رہا کردیے گئے، امریکہ نے رہا کئے جانے والے افراد کو باگرام میں حکام کے حوالے کیا ★ جرمنی کے کارڈینل جوزف ریٹزنگر 265 ویں کیتھولک پوپ منتخب، مذہبی نام پوپ بینیڈکٹ سولھواں رکھا گیا ✍ **21 اپریل**: عراق 2 امریکیوں 20 نیشنل گارڈز سمیت 42 ہلاک، دریائے دجلہ کے قریب سے 70 لاشیں برآمد ★ پاکستان: انتہاپسندی کے خاتمے کے لئے پیپلز پارٹی کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے، صدر مشرف ✍ **22 اپریل**: انڈونیشیا نے ''آسیان'' رکنیت کے لئے پاکستان کی حمایت کردی ★ عراقی مجاہدین نے ہیلی کاپٹر مار گرایا، 7 امریکیوں سمیت 12 ہلاک، حملوں میں آسٹریلوی اور کینیڈین کنٹریکٹرز سمیت 12 افراد مار گرائے ★ آزاد کشمیر: دوسرا امن قافلہ سخت حفاظتی انتظامات میں مظفر آباد اور سری نگر پہنچ گیا، مظفر آباد سے بس 25 مسافروں کو لے کر روانہ ہوئی، چکوٹھی ٹرمینل میں سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے، سری نگر سے امن بس

Idara Ghufran

24 مسافروں کو لے کر آئی، آزاد کشمیر آنے والے مسافروں کے ساتھ پاسپورٹ اتھارٹی کے افسر جان ثلثی اور اے سی روڑی عطاء الرحمٰن کے علاوہ چند صحافی تھے ✍ **23 اپریل:** تعطیلِ اخبارات ✍ **24 اپریل:** دہشت گردی کے خاتمے کے لئے تعاون کو فروغ دینے اور افواج کے درمیان قریبی تعاون کے لئے امریکی اور پاک افواج کی مشترکہ مشقیں چراٹ میں شروع ہوگئیں، مشقوں کو ''انسپائرڈ وینچر'' کا نام دیا گیا ہے، متعدد فضائی حملوں کی تکنیک بہتر بنانا اور حملوں کو ناکام بنانا ہے ★ چین نے پاکستان کے ساتھ مالی امداد کی آمادگی ظاہر کردی، گوادر کی بندرگاہ کو مزید گہرا کرنے اور ریل کے ذریعے ملک کے دوسرے حصوں سے ملایا جائے گا ✍ **25 اپریل:** عراق میں مغوی پاکستانی سفارت کار رہا، ملک محمد جاوید رہائی پانے کے بعد بغداد میں پاکستانی سفارت خانے پہنچ گئے ہیں، پاکستانی سفارت کار کی رہائی کا اعلان اتوار کی رات وزیرِ اعظم شوکت عزیز نے خود کیا، ملک جاوید 15 روز اغواء کاروں کی حراست میں رہے ★ عراق: فدائی بم دھماکے، گوریلا حملے 4 امریکی فوجیوں سمیت 30 ہلاک 97 زخمی ★ نئے پوپ کی عیسائیت سے متحد ہونے کی اپیل، یہودیوں سے نیک جذبات افتتاحی خطاب میں مسلمانوں کا ذکر نہیں کیا، یہودیوں اور عیسائیوں کا روحانی اثاثہ ایک ہے جس کی بنیاد خدا کے نہ ٹوٹنے والے وعدے پر ہے، ویٹی کن میں سینٹ پیٹرز میں پوپ رائسنگ کا افتتاحی خطاب ★ روسی خلائی جہاز سویوز 3 خلابازوں کو لے کر بین الاقوامی خلائی اسٹیشن سے زمین کے لئے روانہ ہوگیا ★ افغانستان: بدنامِ زمانہ شبرغان جیل کو خالی کردیا گیا، زیادہ تر قیدیوں کو بے گناہ قرار دے کر رہا کیا گیا، اس جیل میں طالبان قیدیوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں ✍ **26 اپریل:** بلوچستان کی موجودہ صورتحال کا تعلق امریکہ کی ''گریٹ گیم'' سے ہے، بحیرۂ کیپسین کے تیل تک رسائی اور ایران پر ممکنہ امریکی حملے کے لئے واحد راستہ بلوچستان ہے، اس مقصد کے حصول لئے بلوچستان میں بہت کچھ ہورہا ہے، پاکستان کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے، امریکہ مسلسل دباؤ بڑھا رہا ہے، جس کی انتہائی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بلوچستان کو الگ کردیا جائے: فوج کی انٹیلی جینس ایجنسی آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل ★ بسنت میلہ اور ویلنٹائن ڈے اسلامی ثقافت سے متصادم ہیں، پابندی عائد کی جائے، دونوں تہوار ہندوانہ اور مغربی تہذیب کا حصہ ہیں، سرکاری سرپرستی میں نہ منائے جانے کے لئے مزید اقدامات کیے جائیں، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان ★ حزبُ المجاہدین نے اپنی کارروائیوں میں کمی کے لئے بھارتی حکومت کو شرائط پیش کردیں، بھارت مقبوضہ کشمیر میں فوج کم کرے، مجاہدین کے خلاف کارروائیاں بند کی جائیں، مسئلۂ کشمیر کے حل کی کوششوں میں مجاہد تنظیموں کو نظر انداز نہ کیا جائے، ملٹری ایڈوائزر محمود

غزنوی★پاکستان میں 36لاکھ افراد بے روزگار،3 کروڑ سے زائد خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور،آبادی میں ہر سال 29لاکھ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے،ہر منٹ کے اندر دو افراد انتقال کر جاتے ہیں،نیشنل انسٹیٹیوٹ آف پاپولیشن اسٹڈیز اسلام آباد کی رپورٹ ✍ **27اپریل:** پاکستان :صدرِ مملکت جنرل پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی ھدایت پر بلوچستان حکومت نے گوادر کے ساحلی علاقے میں نئی فوجی چھاؤنی کے قیام کے لئے اصولی اتفاق کیا ہے،جس کے تحت 1407 ایکٹر رقبے پر مشتمل اراضی جلد ہی وفاقی حکومت کے سپرد کر دی جائے گی★لبنان سے 29سال بعد شامی فوجوں کا انخلاء مکمل★پاکستان :1998ء سے 2004ء تک ملک بھر میں 65ہزار سے زائد قتل،50ہزار اغواء،3لاکھ ڈاکے،آبروریزی کی 15ہزار سے زائد وارداتیں ہوئیں،ملک بھر میں قتل،نقب زنی،اغواء سمیت دیگر نوعیت کے جرائم میں اضافہ ہوا،وزارتِ داخلہ کی رپورٹ ✍ **28اپریل:** افغانستان میں مجاھدین کے حملے،4امریکی فوجی،4پولیس اہلکار ہلاک★اتحادی افواج کی مدد کرنے والا ایمان ونکاح کی تجدید کرے،عراقی علماء ✍ **29اپریل:** پاکستان :پی آئی اے کی ائیر ہوسٹس کے لئے ڈوپٹہ لازمی قرار دے دیا گیا،لباس بھی اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالا جائے گا،حکومت★پاکستان :کابینہ کمیٹی نے گوادر کو30سال کے لئے ٹیکس فری زون قرار دے دیا ✍ **30اپریل:** عراق:12فدائی بم دھماکے، 41ہلاک 110سے زائد زخمی،قابض افواج کے عراق سے بھاگنے تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے،بش کے نام زرقاری کا آڈیو پیغام★بھارت:ملٹی بیرل راکٹ لانچر سسٹم ''پناکا'' کا مسلسل دوسرا تجربہ،تجربہ چندی پور میں کیا گیا،''پناکا''سسٹم 44سیکنڈ میں بیک وقت 12راکٹ فائر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے★صوبے میں تخریب کاری کے لئے پیسہ باہر سے آرہا ہے،چوہدری محمد یعقوب آئی جی پولیس بلوچستان،پاکستان ✍ **یکم مئی:** پاکستان کے شہر راولپنڈی میں این او سی کے بغیر کام کرنے والی 36ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی فہرست جاری،عوام ٹی ایم اے کی طرف سے جاری ہونے والا این او سی نہ رکھنے والی ہاؤسنگ سوسائٹیوں سے لین دین نہ کریں،تحصیل ناظم حامد نواز راجہ★جمعیت علماءِ ہند کی 3روزہ فقہی کانفرنس میں ٹی وی کے استعمال پر اتفاق نہ ہوسکا،ملک بھر سے 150اہلِ علم حضرات نے شرکت کی 68افراد نے مقالے پڑھے اور بحث میں حصہ لیا★سعودی عرب نے قواعد کی خلاف ورزی پر 62عمرہ کمپنیوں کو معطل کر دیا ✍ **02 مئی:** عراق:بغداد اور موصل میں فدائی حملے،41ہلاک 70سے زائد زخمی،آسٹریلوی باشندہ اغواء★ہندوستان میں مسلمانوں کے اہم ادارے''مسلم پرسنل لاء بورڈ''نے بھارتی مسلمانوں کے لئے ماڈل نکاح نامہ جاری کر دیا،نئے نکاح نامے سے معاشرے میں پھیلی بہت

سی برائیوں پر قابو پایا جاسکے گا★ افغانستان: امریکی فوجی اڈوں میں قائم جیلوں سے 86 مجاہد رہا، 70 باگرام ائیر بس سے جبکہ 16 قندھار کے اڈے سے رہا کئے گئے★ حزبِ اسلامی خالص گروپ کے سربراہ مولوی محمد یونس خالص نے افغانستان میں موجود غیر ملکی فوجوں کے خلاف جدوجہد کا اعلان کرتے ہوئے اپنے بیٹے مولوی انوار الحق مجاہد کو گروپ سربراہ مقرر کردیا ✍ **03 مئی:** بلوچستان کے مسائل حل کرنے کے لئے قائم پارلیمانی کمیٹی کا اجلاس، 29 محکمے صوبوں کو دینے کی تجویز★ شمالی کوریا نے ایک اور میزائل تجربہ کرلیا، ہماری سیکورٹی کو کوئی خطرہ نہیں، جاپان ✍ **04 مئی:** عراقی مجاہدین نے 2 امریکی طیارے مار گرائے، بمباری سے 37 افراد شہید★ پاکستان کے شہر لاہور میں سلنڈر پھٹنے سے 3 منزلہ عمارت منہدم، 28 افراد جاں بحق★ بزرگ اور صوفی عالمِ دین مولانا ظفر احمد قادری صاحب (واہگہ، پاکستان) انتقال فرما گئے، بحوالہ ''الصیانہ لاہور'' ✍ **05 مئی:** القاعدہ کا اہم رہنما قرار دیا جانے والا لیبیائی نژاد ''ابوفراج'' پاکستان کے صوبہ سرحد کے شہر ''مردان'' سے گرفتار، سر کی قیمت 1 کروڑ ڈالر مقرر تھی★ عراق: فدائی اور گوریلا حملوں میں 103 ہلاک، 228 زخمی★ افغانستان کے مختلف علاقوں میں طالبان کے حملوں میں تیزی، 18 امریکیوں سمیت 24 فوجی ہلاک، 2 ٹینک 3 گاڑیاں تباہ ✍ **06 مئی:** پاکستان ملائشیا آزاد معاہدہ تجارت پر متفق، ہاؤسنگ، سائنس، آئی ٹی میں تعاون بڑھانے کا فیصلہ★ پاکستان: دہشت گردوں کی گرفتاری کے لئے ملک بھر میں آپریشن، 30 گرفتار، اسلحہ اور خفیہ دستاویزات برآمد، ملک بھر میں آپریشن کا فیصلہ اعلیٰ سطحی اجلاس میں کیا گیا، سیکورٹی فورسز کو امریکی انٹیلی جینس کی مدد حاصل ہے★ تیسری بس سروس بھی بحفاظت مظفر آباد اور سرینگر پہنچ گئی، 78 افراد نے سفر کیا، مظفر آباد سے 41 مسافر سری نگر گئے، جبکہ مقبوضہ وادی سے 37 بچھڑے کشمیریوں نے آزاد کشمیر کی سرزمین پر قدم رکھا ✍ **07 مئی:** عراق: سبزی منڈی میں کار بم دھماکہ، 58 افراد مارے گئے، پولیس بس پر بمبار حملہ، 9 اہل کار ہلاک★ فلسطین میں بلدیاتی انتخابات کا دوسرا راؤنڈ الفتح کامیاب، حماس دوسرے نمبر پر رہی★ ٹونی بلیئر کی لیبر پارٹی تیسری مرتبہ برطانوی انتخابات جیت گئی، 4 پاکستانی بھی کامیاب، 646 نشستوں میں سے آخری اطلاعات تک لیبر پارٹی کو 353 کی سادہ اکثریت حاصل ہوگئی، کنزرویٹو پارٹی کو 196 جبکہ لبرل کو 61 سیٹیں ملیں★ عربی متن کے بغیر قرآن کا ترجمہ شائع کرنے والا ملزم نور الامین گرفتار ✍ **08 مئی:** غربت میں اضافہ، بے روزگاری کم نہ ہوسکی، پاکستانی حکومت بجٹ 2004/5 میں عوام سے کئے گئے وعدے نبھانے میں ناکام★ صدر پرویز مشرف نے سپریم کورٹ کے سینئر جج افتخار محمد چوہدری کو چیف جسٹس آف پاکستان مقرر کردیا، نئے چیف جسٹس آئندہ ماہ تیس

جون کو اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں گے ★ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلئیر کی کابینہ میں ردوبدل، وزیر دفاع کو تبدیل کر دیا گیا، جیک سٹرا بدستور وزیر خارجہ رہیں گے، جان برسکوٹ نائب وزیر اعظم مقرر کئے گئے ★ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کی اہلیہ محترمہ پاکستان کے شہر فیصل آباد میں رحلت فرما گئیں ﷺ **09 مئی:** عراق: امریکی جنرل سمیت 15 اتحادی ہلاک، وزارت ٹرانسپورٹ کا اعلیٰ افسر قتل ﷺ **10 مئی:** توہین آمیز کارٹون کی اشاعت: پاکستان کا امریکہ سے شدید احتجاج، تحقیقات کا مطالبہ، قومی اسمبلی میں متفقہ قرارداد منظور ★ بھارت کشن گنگا ڈیم کا پاکستان کو معائنہ کرانے پر رضامند ★ پاکستان میں 40 لاکھ افراد نشے کے عادی ہیں، 5 لاکھ افراد ہیروئن کے عادی ہیں، غوث بخش مہر وفاقی وزیر انسداد منشیات ﷺ **11 مئی:** پاکستان اور بھارت لاہور امرتسر بس سروس شروع کرنے پر متفق، کشن گنگا ڈیم پر مذاکرات بے نتیجہ ختم ﷺ **12 مئی:** کیوبا میں قرآن کی بے حرمتی کے خلاف جلال آباد میں مظاہرہ، پاکستانی سفارت خانہ نذر آتش، مظاہرین پر فائرنگ، 9 شہید 69 زخمی ★ ننکانہ صاحب تا امرتسر بس سروس شروع کرنے پر بھی اتفاق، پاک بھارت مذاکرات کا مشترکہ اعلامیہ جاری ★ سوائے اللہ کے اور کسی سے معافی لینے کی ضرورت نہیں، ملا محمد عمر مجاہد، طالبان اسلامی تحریک کے سپریم کمانڈر ﷺ **13 مئی:** افغانستان میں امریکہ کے خلاف مظاہرے جاری، مزید 7 جاں بحق، متعدد زخمی ★ امریکہ نے پاکستان کی چودہ اشیاء پر درآمدی ڈیوٹی ختم کر دی، میڈیکل، سرجیکل، ڈینٹل آلات اور جسمانی ورزش کے آلات بھی لسٹ میں شامل ہیں ★ کراچی: سمندر میں لانچ الٹنے سے 19 افراد جاں بحق، لانچ میں سوار 21 افراد مچھلیاں پکڑنے کے لئے سمندر میں گئے تھے، 2 افراد کو زندہ بچالیا گیا ★ 45 کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری، موبائل کمپنی وارید نے 28 بڑے شہروں سے سروس کا آغاز کر دیا ﷺ **14 مئی:** عراق: فدائی حملوں میں 25 امریکیوں سمیت 29 اتحادی فوجی ہلاک، 4 بکتر بند گاڑیاں تباہ ★ پاکستان کے شہر لاہور میں ملک کے سب سے بڑے تجارتی منصوبہ ''شیخ زید سنٹر'' کی تعمیر شروع، 25 ہزار افراد کو ملازمتیں ملیں گی، شیخ زید سنٹر میں 25 منزلہ ہوٹل، تین منزلہ شاپنگ مال اور 10 منزلہ اپارٹمنٹس کے علاوہ 12 منزلہ دفاتر کی عمارتیں شامل ہوں گی ﷺ **15 مئی:** عراق میں فدائی کاربم دھماکے جاری، 10 امریکی فوجیوں سمیت 37 ہلاک ★ بدامنی بڑھ گئی، ازبکستان میں مظاہرین پر فوجی تشدد 300 افراد ہلاک، سینکڑوں زخمی ﷺ **16 مئی:** پاکستان: سرکاری امداد اور نام نہاد بورڈ قبول نہیں کریں گے، دینی مدارس کنونشن اسلام آباد کا مشترکہ اعلامیہ ★ پاکستان: حکومت مدارس کا نظام دیکھنے و سمجھنے کے بعد اصلاح یا تجویز دے، وفاق المدارس خیر مقدم کرے گا

(بقیہ صفحہ۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۰، اخبارِ عالم)

مدارس اپنے طریقۂ کار کے مطابق نظام ونصاب میں تبدیلیاں کر رہے ہیں اور بنیادی عصری علوم کی تعلیم دے رہے ہیں، انگریز نے ایک سازش کے تحت ملا کے لفظ کو گالی بنا دیا، سابق جسٹس شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کا دینی مدارس کنونشن اسلام آباد سے خطاب ★ عراق: فدائی حملوں میں 49 امریکی فوجیوں سمیت 69 ہلاک، صدر سٹی اور رمادی سے 34 نعشیں برآمد ✍ **17 مئی:** عراق: خودکش حملوں اور جھڑپوں میں 40 افراد ہلاک، 50 سے زائد زخمی ★ افغانستان: طالبان نے امریکی طیارہ اور ٹینک تباہ کر دیا 4 فوجی ہلاک ✍ **18 مئی:** انڈیا: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی شہر میں ۸۸ سال کی عمر پا کر رحلت فرما گئے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ★ کویت میں خواتین کو الیکشن لڑنے کی اجازت دینے کا بل کثرت رائے سے منظور ✍ **19 مئی:** انڈیا: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی نمازِ جنازہ میں 10 لاکھ سے زائد افراد کی شرکت ★ پاکستان: ڈپٹی کمشنر اسلام آباد کو اخبارات کے ڈیکلریشن کا اختیار دے دیا گیا، قومی اسمبلی میں بل منظور، بل کی منظوری سے اخبارات، نیوز ایجنسیاں اور کتابوں کی رجسٹریشن اور ڈیکلریشن کا اسلام آباد سے حصول ممکن ہو سکے گا، وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بلدیاتی نظام نہ ہونے کی وجہ سے تمام اختیارات ڈی سی اوز کے بجائے ڈی سی کے پاس ہیں ✍ **20 مئی:** مسئلہ فلسطین حل کرانے کے لئے مشرف اثر و رسوخ استعمال کریں، محمود عباس صدر فلسطین ✍ **21 مئی:** قرآن مجید کی بے حرمتی: پاکستان سمیت دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف لاکھوں افراد کے مظاہرے ★ پاکستان: ملک میں قرآن مجید سے شادی کی غیر شرعی، غیر اسلامی اور فرسودہ روایت کے خاتمہ کے لئے قومی اسمبلی میں بل پیش۔

The Trouser Should be Ankle High

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Mulvi Abrar Hussain

It is a definite rule of Sharia that it is forbidden for the men to keep their trousers or pantaloons below the ankle .It is so strong rule of Sharia that all ummah of Islam certifies it a sin which continues for twenty four hours but most of the people of our country are indulge in it.

They are not ready to avoid it moreover they do many elucidations and give explanations for it e.g. "we are not doing so with the intention of pride thus we are not indulging in a sin. Whereas it is a sin without the intention and this sin will be doubled with the intention, the sin of keeping trousers below the ankle and the sin of intention of pride. If we certify that it is sin with intention of pride then they also indulge in this sin because pride has no horns but the thing which forbade them to keep their trousers high from ankles in general gathering is called pride. It is because of their pride that they hesitate in keeping it high from their ankles. If they say that they are not doing so because of pride then we request them to do against it.

On the other hand some people say that their trousers hang itself without their intention but it is wrong at all because why they sew so long trousers which hang beneath ankles? If they are forced to keep it high necessarily during the offering the prayer they hang it below ankles just after the prayers intentionally. All these struggles are because of pride.

Some people object that the wearing of socks should be also a sin because they also cover the ankles. We answer them that hanging of trousers etc from

upward to downward is forbidden and not from downward to upward and socks are worn from downward to up ward.
On the other hand some fashionable women wear ankle high trousers thus they are indulged in the sin of immodesty thus the men and the women are indulged in this sin.
What beautifully it is said by some one that world has been so changed that the women have become men and men women. (Because they doing what the opposite sex was ordered to do).

Idara Ghufran